with Compliments ...

R.S.

کلامِ شاد

المعروف بہ اسم تاریخی

مخزنِ اسرارِ معرفت

من تصنیف

منشی للتاپرشاد صاحب شاد میرٹھی
مقیم کوئٹہ جنکشن

قیمت ایک روپیہ چار آنہ

اکتوبر ۱۹۳۹ء

بار اول ۵۰۰ جلد

کلامِ شاد

المعروف بہ اسم تاریخی

مخزنِ اسرارِ معرفت

من تصنیف

منشی للتا پرشاد صاحب شاد میرٹھی
مقیم کوئٹہ جنکشن

بار اول
۵۰۰ جلد

جولائی سنہ ۱۹۴۹ء

قیمت عہ
ایک روپیہ چار آنہ

مطبوعہ عزیزی پریس آگرہ
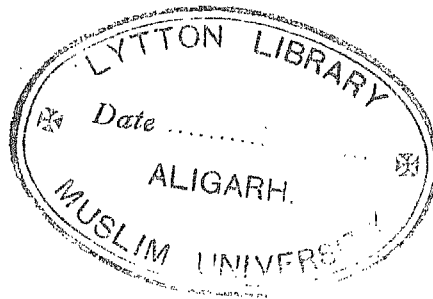
نذر نظر

فی زمانہ ہر تصنیف و تالیف کے لئے یہ ایک عام دستور اور رواج ہو گیا ہے کہ وہ کسی بزرگ اور اعلیٰ ہستی کے نام نامی و اسم گرامی کے ساتھ معنون کردی جائے۔ اسی اصول و نظریہ کے مطابق میں بھی دیوان ہذا کو حضور پرنور پرم پرش پورن دھنی سنت ست گرو معلےٰ القاب تقدس مآب صاحب جی مہاراج کے موجودہ چولے کے چرنوں میں بہ ہزار عقیدت دلی نذر کرتا ہوں

اس لئے کہ

انھوں نے ہی میری دنیا سدھاری۔ انھوں نے ہی راہ نجات بتائی نظم دو عالم کے وہی بہترین شاعر ہیں اور شاعروں کے وہی اعلیٰ قدر دان ! ان سے بڑھ کر کون سی ہستی ہو سکتی ہے جس کی نظر کے روبرو یہ "نذر" پیش کی جائے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف !

تمھیں شاد لکھ کر غزل کیا سنائے
کہ نظم جہاں کے سخن در تمھیں ہو

خادم الخدام

شاد میرٹھی۔ کوئٹہ جنکشن ۱۵ جون ۱۹۴۹ء

رادھا سوامی دیال کی دیا   رادھا سوامی سہائے

احوال واقعی

تیرے نام سے ابتدا کر رہا ہوں
یہی حمد کی انتہا کر رہا ہوں

مالک حقیقی کی دیا و مہر کی بدولت عرصہ دراز کی وہ آرزو آج پوری ہو رہی ہے جو اس دیوان کی اشاعت کے متعلق ہے۔ پندرہ بیس سال کا عرصہ ہوا کہ میں نے چند شعر پرم پرش پورن دھنی حضور صاحب جی مہاراج کے روبرو بھنڈارہ کے موقعہ پر حسب معمول پڑھے تھے۔ ست سنگ کے بعد بہت سے پریمی بھائیوں نے مشورہ اور زور دیا کہ تمام اشعار مجتمع کر کے بہ شکل کتاب چھپوا دئے جائیں۔ بالخصوص محترم بھائی مسٹر قسمت رائے جی جگدھاری۔ بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی وکیل ہائی کورٹ اودھ رائے بریلی سابق منسٹر ریاست ہائے ناگود و چھتیس گڈھ وغیرہ نے یہ تحریک فرمائی کہ کتاب کی اشاعت میں دیر نہ کی جائے اسی وقت سے بہ قول ؎

خیال خاطر احباب چاہیئے ہر دم ؛ انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

میرا یہ ارادہ ہو گیا تھا کہ یہ فرمائش ظہور عمل میں ضرور لائی جائے ؎

ہم خوش تھے کہ محشر میں تو دیکھیں گے وہ دیدار ؛ لیکن یہ قیامت ہے کہ محشر نہیں آتا

بہ سلسلہ ملازمت مجھے رات دن دورہ میں رہنا پڑتا تھا۔ کبھی اتنا وقت نہ ملا کہ مسودات کو یک جا صاف کر کے لکھ لیتا۔ اس پر طرّہ مزید یہ کہ اکثر موقعوں پر ادھر میں نے اشعار پڑھے اور ادھر کسی بھائی نے اصل مسودہ مانگ کر لے لیا۔ پھر وہ میرے ہاتھ سے ایسا گیا کہ کبھی واپس نہ ملا۔

رونا کہاں ہوا مجھے دل کھول کر نصیب ÷ دو آنسوؤں میں فرح کا طوفان آگیا

بھائی گورداس سنگھ جی اہلووالیہ بی۔ اے سابق ایڈیٹر اخبار پریم پرچارک کی فرمایش سے ایک غزل "تماشائی ہوئی" لکھی جو ۸ دسمبر سنہ ۳۲ء کے اخبار پریم پرچارک میں اشاعت پذیر ہوئی۔ اس کے بعد اکثر ان کی طرف سے اور ان کے بعد موجودہ ایڈیٹر پروفیسر ہرچرن لال جی ایم۔ اے کی جانب سے اکثر فرمائشیں ہوتی رہیں اور وقتاً فوقتاً میں خود بھی پریم پرچارک میں چھپنے کے لئے تازہ کلام بھیجتا رہا۔ گویا سنہ ۳۲ء کے زمانہ سے مسودات گم تو کم ہوتے اور پریم پرچارک کے ذریعہ مستقل ریکارڈ میں زیادہ آتے رہے۔ ایک بار بھائی صاحبان منشی جگن ناتھ جی سود مجور بی۔ اے (آنرز) اور پنڈت امیرداس جی صاحب عاجز نے عین عنایت فرما کر پریم پرچارک کے پرانے فائلوں سے نقل کر کے تمام مطبوعہ کلام میرے پاس بھیج دیا اور اس طرح قدرتی طور پر ان بھائیوں کی بہ دولت یہ کتاب میرے پاس تیار ہو گئی۔ یہ دونوں مہربان بہت ہی قابل اور اردو ادب اردو میں خاص دلچسپی رکھنے والے

ہیں۔ چنانچہ میں نے ۷ فروری ۱۹۴۶ء کے اخبار میں یہ اطلاع شائع کرائی کہ اب میں نے اپنے دیوان شائع کرانے کا پختہ عزم کر لیا ہے۔ اور سنت سنگی اہل قلم سے استدعا کی کہ وہ تنقید و تقاریظ نظم و نثر نیز قطعات تاریخ مرحمت فرما کر دیوان کی رونق بڑھائیں۔ جس پر اپنی نوازش و مہربانی سے بھائی صاحبان مدہوش۔ کوکب۔ بزم۔ مخمور۔ عاجز تصور۔ شاد کلانوری۔ محمد گل۔ سردار گوردا س سنگھ جی اہلو والیہ اور پروفیسر ہرچرن لال جی ایم۔ اے وغیرہ نے قلم جادو رقم اٹھایا اور اپنی اپنی طبیعت کی جولانیوں کے مختصر نمونے بہت عجلت کے ساتھ میرے پاس ارسال فرما دیئے کہ دیوان ہذا کو چار چاند لگ جائیں۔

ان کے علاوہ میرے دیگر کرم فرما مثل حکیم لالہ ہری داس صاحب صابر سکریٹری سناتن دھرم فری ٹریکٹ سوسائٹی نابھ۔ ماسٹر گوپال داس صاحب سکسینہ صہبا بی۔ اے بی ٹی اجمیر۔ نیز بہن شری متی آرملا دیوی جی دختر نیک اختر آنجہانی منشی ہیرا لال صاحب شیدا اکبر آبادی سب جج کوٹہ۔ ابوالقلم مولانا خاموش فتح پوری۔ ناخدائے سخن جناب نوح ناروی۔ سید یاس میرٹھی۔ افتخار الملک حضرت جیران بلوی برادر عزیز رنگ میرٹھی نے بھی عنایت فرما کر تنقید نثر و نظم کے پھول گلدستہ میں گوندھ کر پیش کر دیئے۔

خاک اکسیر کی ہے قدر برابر مجھ کو ؛ کر دیا فقر کی دولت نے تونگر مجھ کو

ست سنگ کے کیا کہنے ہیں؟ ہر شعبہ ہر علم ہر فن کے قابل حضرات یہاں موجود ہیں۔ وکیل۔ بیرسٹر۔ انجینیر۔ ڈاکٹر۔ اعلےٰ احکام۔ تاجر وہر قسم کے بزرگ نظر آتے ہیں۔ ادھر فن سخن کے باکمال بھی اس قابل قدر محفل میں اپنا پرا جمائے بیٹھے ہیں۔ چنانچہ مندرجہ بالا اصحاب کا کلام بالاستیعاب دیکھ کر بھی اس امر کا پتہ لگ سکتا ہے کہ روزمرہ سادگی اور بے ساختگی میں ہمارے پردیسی بھائیوں کا درجہ کسی حالت میں دیگر شعراء سے کم نہیں بلکہ بہت اونچا ہے

یہ کہہ رہے ہیں بہت ناز و افتخار سے ہم ؛ جو تم ہزار سے اچھے تو سو ہزار سے ہم

مجھے شاعری کا خبط اوائل عمر ہی سے ہے جس فضا و ماحول میں میری پرورش و تعلیم ہوئی اسے فن سخن کی ایک بہترین نظیر سمجھئے۔ میرے والد ماجد قبلہ منشی جنگ بہادر صاحب ماتھر جنگ میرٹھی ایک اعلےٰ درجہ کے فارسی اردو کے شاعر تھے اور لکھنؤ۔ دہلی۔ میرٹھ۔ آگرہ کے اساتذہ و مشاہیر کی آنکھیں دیکھ چکے تھے۔ غالب۔ حالی۔ داغ۔ ظہیر۔ مجروح۔ رانسخ۔ شیفتہ۔ آغا شاعر (دہلوی) جلال۔ مشاہد۔ تسلیم۔ امیر۔ عزیز۔ رسوا۔ انیس۔ دبیر۔ نفیس (لکھنوی) رئیس (اکبرآبادی) اکبر (الہ آبادی) شہیر (مچھلی شہری) سے ملنا جلنا رہتا تھا اور ان میں سے بہت اصحاب سے گہری دوستی تھی۔ ادھر خود میرٹھ میں قلق۔ ظہور۔ عرفانی۔ بیان و

یزدانی۔ شوکت۔ برق۔ حکیم وغیرہ شعراء کا جھمگٹا تھا۔ ان صحبتوں میں یہ صرف شریک ہی نہیں ہوتے تھے بلکہ خاص مرتبہ حاصل تھا۔ سرور جہان آبادی اکثر ان سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ ہاپڑ۔ میرٹھ۔ موانہ سردھنہ وغیرہ مقامات میں یک صد سے زائد ان کے شاگرد تھے جن میں بہت سے اسوقت بھی حیات ہیں۔ سرور جہان آبادی نے ایک بار پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کے حادثہ قتل پر بڑی دل سوز و پراثر نظم لکھی جو قبلہ والد صاحب کی اصلاحی تھی۔ زبان کے لحاظ سے وہ صاف بیان کی تصنیف نظر آتی تھی۔ چنانچہ اکثر مسلمان اصحاب نے بیان سے ناراضگی کا اظہار کیا کہ انھوں نے کیوں اس نظم میں اصلاح دی۔ میر بیان نے فرمایا کہ بھائی اسی شہر میں دوسرا بیان (خنگ) بیٹھا ہوا ہے جو مجھ سے بڑھ کر اہل زبان ہے یہ اس کا دماغ ہے میری اصلاح نہیں ہے

لاکھوں جلائے مُردہ صد سالہ آن میں ؎ فیض مسیح ہے اس کی زبان میں

سب سے پہلے میری ایک نظم اخبار انیس ہند میرٹھ مطبوعہ ۱۰ر نومبر ۱۸۹۶ء میں چھپی تھی جبکہ میری عمر صرف دس سال تھی۔ میں بچپن ہی سے اپنے والد ماجد کے ساتھ ساتھ اُن صحبتوں میں شامل ہوا کرتا تھا۔ راسخ آغا شاعر داغ۔ ظہیر۔ جلال۔ تسلیم۔ مشتاق۔ برہم۔ وجاہت۔ فروغ۔ رونق سائل۔ نوح۔ بے خود۔ شیدا۔ ساقی۔ قیصر۔ اطہر۔ سیماب۔ اقبال۔

بار ہا ملا ہوں اور ان بزرگوں کی دعائیں حاصل کی ہیں۔ ان میں بہت سے میرے احباب تھے اور ہیں جن کے ساتھ مشاعروں میں غزلیں بھی پڑھ چکا ہوں۔ کئی میرے مہمان اور کئی میزبان بن چکے ہیں۔ کئی اخبارات (اخبار عام لاہور۔ سناتن دھرم گزٹ لاہور۔ دلشاد میرٹھ۔ دھرم پنچ میرٹھ۔ ناظم الہند میرٹھ۔ راجپوتانہ گزٹ اجمیر وغیرہ) کی ایڈیٹری بھی کی ہے اور اجمیر۔ دہلی۔ میرٹھ۔ ہاپوڑ۔ مواتہ۔ لکھنؤ۔ رامپور۔ لاہور۔ کوئٹہ۔ زنلام بمبئی وغیرہ بیسیوں مقامات میں مشاعرے پڑھے ہیں۔ بزرگوں نے حوصلہ افزائی فرمائی۔ ہم سنوں نے قدردانی کی۔ نوجوانوں نے سر جھکائے۔ ہر جگہ اور ہر مقام پر داد ملی۔

لیکن

۱۹۱۶ء سے میں نے رادھا سوامی دیال کی کرپا اور مہر سے ست سنگ میں شمولیت اختیار کی۔ اب فطرتاً میری حالت اور مزاج میں نمایاں تبدیلی شروع ہو گئی۔ پہلے شاعری کا شوق زوروں پر تھا جی چاہتا تھا کہ لیاقت کا اظہار کیا جائے جلسوں اور مشاعروں میں کسی سے کم نہ رہوں مگر اب وہ بات جاتی رہی۔ سمجھ لیا کہ میں کچھ نہیں سمجھتا۔ جان لیا کہ ابھی بہت کچھ جاننا ہے۔ دیکھ لیا کہ ابھی خاک بھی نہیں دیکھا۔ ۱۹۱۶ء کے بعد سے رنگ سخن و مذاق فن قطعی بدل گیا۔ کانگریس کے زور شور اور سیاسی

جھگڑوں نے ملکی اور وطنی شاعری کا رنگ طبیعت نے لے لیا۔ کچھ عرصہ یہی گاڑی چلتی رہی اور نان کوآپریشن کے زمانہ میں مجھے اپنی اچھی ملازمت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ یہ سیاسی ہلچل کا نتیجہ نکلا۔

لاہور اور اجمیر میں مجھے شاعری اور مضمون نویسی کی بدولت کافی مالی منافع ہوا۔ کسی کی غزل میں اصلاح کرکے دے دی کسی کی کتاب درست کر دی کسی نے نئی کتاب اپنے نام سے بنوائی۔ یہ طرز سخن یہی کوئٹہ آجانے سے کمی پر آگئی ہے۔ مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ معاوضہ ملتا ہی رہتا تھا۔ اب پاکستان بننے اور تقسیم ہند ہو جانے سے وہ سب باتیں ہوا اور قطعی ختم ہو گئیں۔ صرف دو چار ہندو دوست ہی ایسے رہ گئے ہیں جن سے پرانی انسیت کے سلسلہ میں گاہے گاہے ادبی خدمات کے معاوضہ میں نقدی ملتی رہتی ہے باوجود ان باتوں کے میرے دل و دماغ نے عاشقانہ شاعری کی طرف سے گوشہ نشینی و نفرت سی اختیار کر لی ہے۔ مالی منفعت کے لحاظ سے لکھنا دوسری بات ہے ورنہ اب طبیعت بالکل نہیں چاہتی کہ ان فضولیات میں تضیع اوقات کی جا سکے۔

ہاں حضوری شان میں ست سنگ کے بیان میں۔ توحید و عرفان میں قلم ضرور چلتا ہے۔ مگر وہ بھی ذرا رک رک کر۔ رک رک کر اس سبب سے کہ ہر وقت یہ اندیشہ رہتا ہے کہ کوئی لفظ یا فقرہ قلم سے

ایسا نہ نکل جائے جو روحانی اصول یا ست سنگی نقطۂ نظر (اسپرٹ) کے خلاف ہو۔ اس بندش نے میری شاعری کا کچھ مرلگا دیا اور ست سنگ کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا پڑھا یا پریم پرچارک میں شائع کرایا وہ بہ لحاظ فن سخن میرے اُس اسٹینڈرڈ سے کم رہا جو ۱۹۱۶ء سے پیشتر میں نے اپنی شاعری کے لئے پسند کر رکھا تھا پھر بھی شکر ہے کہ حضور دالا نے قبول اور بھائی صاحبان نے پسند فرمایا۔ شاید کوئی شعر کبھی حضور کو ایسا پسند آیا ہو یا آئندہ آ جائے کہ میری نجات کا باعث ہو سکے۔ اور اگر ایسا ہوا تو میری شاعری سپھل اور صحیح راستہ پر بار آور ہوئی۔ یہ سمجھ کر میں حضوری چرنوں میں پیشگی سجدۂ شکر ادا کرتا ہوں۔

پریم پرچارک میں اطلاع دیکھنے کے بعد کئی مہربانوں نے چند غیر مطبوعہ غزلیں وغیرہ میرے پاس کہیں کہیں سے فراہم کر کے بھیج دیں جو اس مجموعہ میں درج کر دی گئی ہیں۔ مگر ۱۹۱۶ء سے ۱۹۳۰ء تک یعنی پورے چودہ سال کا کلام (کم از کم پچاس ساٹھ غزلیات تو ہونگے) غائب غلہ ہے۔

مندرجہ ذیل مثالوں سے پتہ چلے گا کہ کلام ضائع ہوا اور بہت تعداد میں ضائع ہوا جس کا ملنا اب ناممکن ہی تصور فرمایئے۔

(۱) ڈیہری کے احاطہ میں پریم سرووَر کی بنیاد پڑی حضور صاحب جی مہاراج بہ نفس نفیس رسم افتتاح ادا فرمانے کے لئے وہاں معہ پریمی بھائی صاحبان تشریف لے گئے اور سب سے پیشتر خود ہی اس متبرک تالاب میں غسل فرمایا۔ بعد ازاں تازہ ککڑی کا پرشاد سب حاضرین کو عطا ہوا۔ میں حسب معمول مجمع کے بہت پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ بہ این وجہ پرشاد سے محروم رہا۔ اسی وقت چند شعر بنا کر پڑھے۔ "ککڑی رہ گئی ککڑی رہ گئی" وغیرہ قافیہ تھے۔ آخر کا شعر یہ تھا ؎

آج کیوں بحر کرم اے شاد بھولے ہیں مجھے ؎ دست اقدس میں میرے حصہ کی ککڑی رہ گئی

بڑا قہقہہ لگا اور حضور نے پاس بلا کر بہت سا پرشاد عنایت فرمایا۔

(۲) بنارس میں بہ سلسلہ تنازعہ ٹرسٹ مرحوم گیان چند جی بیباکھ نے الٰہ آباد اور پیپل منڈی والوں پر مقدمہ قائم کیا۔ بڑی ہلچل مچی ٹرسٹ کے قابض حضرات بہت گھبرائے اور باوجود انتہائی کوشش و صرفہ کے بھی نہ جیت سکے۔ مقدمہ اہمس خیال و جذبہ کے مطابق فیصل ہوا جو دیال باغ کی طرف سے پبلک عدالت میں پیش کیا گیا تھا۔ بھنڈارہ کے موقعہ پرست سنگیوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ خوب مجمع ہوا عظیم الشان بھیڑ بھاڑ تھی۔ اس سے بڑھ کر رونق میں نے صرف جوبلی کے موقعہ پر دیکھی تھی اور کبھی نہیں۔ جوبلی پر تو پندرہ بیس ہزار ست سنگی جمع تھے تمام ہندوستان

یہ دیکھ کر حیران ہو گیا کہ کس سادگی و خوبی کے ساتھ اعلیٰ انتظام ہوا، حضرت
ایک بھنڈار گھر سے آٹھ دس دن تک سب نے حسب مرضی پسندیدہ کھانا
کھایا۔ نہ کسی کو کوئی تکلیف۔ نہ کوئی شکایت۔ نہ کوئی چوری ہوئی نہ کوئی
حادثہ۔ آریہ سماج کی اردہ شتابدی متھرا کے موقعہ پر بھی جوبلی کا خوب
تذکرہ رہا۔ مشہور سماجی لیڈر بیرسٹر روشن لال جی وغیرہ بہت متاثر ہوئے
اور دیال باغ کے بھائی چارہ اور خوش انتظامی کی بے حد تعریف ہوئی۔
خیر یہ تو جملۂ معترضہ تھا۔ آمدم برسر مطلب۔ مقدمہ کی مسرت میں میں نے دو
غزلیں دربار عالی میں پڑھیں۔ ایک غزل ۲۱ اشعار کی "زمیں ہوگی نگیں
ہوگی" بہت عجلت میں لکھی تھی سب بے انتہا واہ وا ہوئی۔ حضور نے خود زبان
سے تعریف فرمائی۔ ایک مصرعہ یہ تھا ؎

ہماری شاعری کی قدر بھی بے شک یہیں ہوگی

آج اس کا نہ کوئی شعر یاد ہے نہ مسودہ باقی۔ اسی موقعہ پر جو دوسری
غزل پڑھی تھی وہ بہ لحاظ قوافی بہت ہی دقت طلب تھی۔ مقدمہ کے فیصلہ کا
ذکر تھا صرف ایک معمولی سا شعر یاد ہے (قافیہ۔ دنلپس۔ تھرکس وغیرہ)

بہر تسکیں لگا دیا نشتر ڈاکٹر کو خیال تھا پس کا

یہ دونوں غزلیں اجمیر کے ایک ست سنگی مانگ کر لے گئے اور بس ختم سلا۔
(۳۱) جوبلی کے مبارک و شاندار موقعہ پر میں نے ایک طول طویل مسدس

دیال باغ کی تعریف اور حضوری دیاکی توصیف میں لکھا تھا۔ بے حد داد ملی تھی۔ ایک بند تو کئی بار پڑھوایا گیا تھا صنعت و حرفت کے ہر شعبہ کا تذکرہ تھا۔ اس کا اب کوئی شعر بھی یاد نہیں اور مسودہ بھی پاس نہیں ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اردو شاعری ادبی لحاظ سے اچھا مشغلہ ہے۔ مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس میں پاکیزگی اور نفاست بالکل کم اور گندگی و نجاست بہت زیادہ ہے۔ زمانے کی خوبیاں۔ عوام کی تلون مزاجیاں شاہان وقت کی قدردانیاں بھی ایسی ہی تھیں کہ شعرا کو شکم پروری کے لئے ایسی رکیک و خفیف الحرکت شاعری آسان چیز بن گئی۔ سودا۔ انشا رنگین۔ جعفر زٹلی۔ چرکین۔ جان صاحب جیسے یاوہ گو اہل قلم جس ملک میں ہوں وہاں کا ادب کیا کیا ترقی واثر دکھا سکتا ہے۔ اس کا اندازہ ہر عقل سلیم خود ہی لگا سکتی ہے (ہوا خواہان و معتقدین و ناظرین با تمکین مجھے صاف گوئی کے لئے معاف فرمائیں) یہ تو رہا ماشاء اللہ نظم کا حال نثر پر نگاہ ڈالئے تو سبحان اللہ۔ بوستان خیال۔ داستان امیر حمزہ فسانہ عجائب۔ باغ و بہار وغیرہ لایعنی قصے اور خلاف عقل حکایتوں کے سوا اور کیا ملے گا۔ اب فن عروض کو ملاحظہ فرمائیے۔ اوزان اول حکول زحافات کیچڑ اور دلدل۔ نہ کوئی اصول نہ طرز معقول۔ زحافات میں

کوئی پھنس جائے تو بس یا مظہر العجائب! عقل دماغ معہ قلم تمام!! ع

پردہ نشیں کا چرچا پھیلا ہے کل جہاں میں

اس کی تقطیع۔ مفعول۔ فاعلاتن۔ مفعول۔ فاعلاتن (بحر مضارع مثمن اخرب) ہوتی ہے اور فعلات۔ فاعلاتن فعلات فاعلاتن (بحر رمل مثمن مشکول) میں بھی شامل ہے۔ اب فرمائیے مبتدی کسے صحیح مانے اور کونسی تقطیع درست سمجھے۔

اندر سبھا امانت کا شعر ہے ؎

راجہ جی تو سو گئے دیا نہ کچھ انعام ؛ جاتی ہوں میں باغ میں یہاں مرا کیا کام

کوئی ماہر عروض مطلع فرمائیں کہ اسے کونسی بحر میں ڈبکی دی جائے

تم مالک کل ہو اور غنی میں بام بار گردوں پر نام

وزن سے تو خالی نہیں مگر کوئی مہربان اس کے ارکان اور بحر کی تفصیل بیان فرمائیں۔ معیار البلاغت کے ہمہ داں او فاضل مصنف سحر بدایونی فرماتے ہیں کہ بحر وافر اور بحر ہزج اکثر مقامات پر ایک ہی ہو جاتی ہے۔ خواجہ عشرت لکھنوی نے (شاعری کی کتاب میں)

فاعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلات

کو بحر رمل مسدس مجنون مقصور مشعث بتایا ہے۔ جبکہ سیماب اکبرآبادی نے (راز عروض میں) مشعث نہیں لکھا۔ اس پر احسان دانش نے بھی

اپنے رسالہ مختصر عروض میں اعتراض کیا ہے۔ معیار البلاغت نے ان شاسے اکثر اشعار کو دو دو بحروں میں دکھایا ہے۔

بیٹھے جہاں ہیں غیر سب مجھ کو بلاتے ہو عبث
دل کو کڑھا کر اور بھی جی کو جلاتے ہو عبث

مفتعلن۔ مفاعلن۔ مفتعلن۔ مفاعلن (رجز۔ مثمن مطوی۔ مخبون) میں پڑھ لیجیے۔ خواہ مستفعلن۔ مستفعلن۔ مستفعلن۔ مستفعلن (رجز۔ مثمن۔ سالم) میں مان لیجیے۔ اسی طرح۔

نرگستان کی ہے تاب دیکھو چمن آئینہ میں
باغ مت جاؤ کہ ہے امن چمن آئینہ میں

فاعلاتن۔ فاعلاتن۔ فاعلاتن۔ فاعلن (رمل۔ مثمن۔ مخبون) اور فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن (رمل مثمن مخبون۔ محذوف) دونوں میں وزن کر سکتے ہیں۔ ایک شعر ہے۔

کروں پہلے توحید یزداں رقم ؛ جھکا جس کے سجدہ میں اول قلم

(۱) فعولن۔ فعولن۔ فعولن۔ فعَل۔
(۲) مفاعیل۔ مستفعلن۔ فاعلن
(۳) فعولن۔ مفاعیل۔ مستفعلن۔

ان ہر سہ اوزان میں تقطیع ہو سکتی ہے۔

تذکرۂ سخن شعرا کے مولف نسّاخ نے ضیغم کے حالات میں بہت سے اشعار لکھے ہیں جو کئی بحروں میں ہیں۔

غرض کہاں تک لکھوں۔ نہ کوئی باقاعدگی ہے نہ پختگی۔ ہر بات من مانی سمجھئے۔ انشا نے بحر الفصاحت میں مفاعیلن اور فاعلاتن کے بجائے "پری خانم" کی دُھن نکالی تھی۔ تقطیع میں کبھی خانم صاحبہ اپنی حیثیت میں قائم رہتی ہیں کبھی زحافات کی بہ دولت "پری خاں" بن جاتی ہیں۔ صیغہ و صنف ہی کی تبدیلی ہو جاتی ہے۔ کبھی ناک کان کٹ گئے۔ کبھی دُم غائب۔

حضرت لمحہ دہلوی نے "تن تنان" کا راگ چھیڑا اور رسالہ اصلاحِ سخن لاہور کے ذریعہ (غالباً ۱۹۰۸ء یا ۱۹۰۹ء) پبلک میں نئے ارکان پیش کئے۔ مگر کسی اہلِ قلم نے نہ تو خرافات پر توجہ دی اور نہ کوئی تائیدی یا تردیدی خیال ظاہر کیا گیا۔

اوزان و بحور کو چھوڑیے۔ قوافی پر غور فرمائیے۔ اکفا۔ اقوا وغیرہ قواعد پر نظرِ غائر ڈالئے تو ایک جنجال ملے گا سب سے بڑھ کر ایطا کا جھگڑا تو خدا کی پناہ۔ کہیں خفی، کہیں جلی۔ اُس میں بھی بعض آرائے خفی کو بھی جلی پکار اُٹھتی ہیں۔ کسی کی کم زور طبیعت اس آتشِ بے اصولی سے جلی تو وہ شاعری ہی کو تلانجلی دے بیٹھا۔ اپنی اپنی ڈفلی اور اپنا اپنا راگ مبتدی تو مبتدی۔ منتہی اور کہنہ مشق شعرا بھی چکّر کھا جاتے ہیں۔ میرے نظریہ کے مطابق اس میں عشر عشیر بھی شک نہیں کہ اُصولاً

شعر لکھنے سے پیشتر عروض سیکھنا ہی چاہیئے۔ یہ اشد ضروری و لازمی ہے مگر کون سکھا سکتا ہے اور کون سیکھ سکتا ہے۔ یہ ایک حل طلب اور وقت طلب سوال ہے۔

تذکیر و تانیث کا مرحلہ بھی عجیب و غریب ہے۔ آغوش۔ التماس۔ مالا۔ غور۔ تماشا۔ فکر۔ طرز۔ لفظ۔ وغیرہ درجنوں الفاظ لکھنؤ و دہلی میں مختلف فیہ ہیں۔ بعض الفاظ (بلبل یا دگار وغیرہ) مذکر اور مونث دونوں طرح بولے جاتے ہیں۔ اس بارے میں میری رائے یہ ہے کہ جو الفاظ متفقہ طور پر مذکر یا مونث ہیں وہ ضرور اسی طرح لکھے اور بولے جائیں۔ ورنہ اپنی اپنی زبان اور اپنا اپنا بیان۔

مجھے جب شعر کہنا ہی نہ آیا تو عروض و قواعد کا دعوے کیا ہو۔ دماغ میں کبھی کبھی ایسے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن کے لئے جی چاہتا ہے کہ موزوں الفاظ میں صفحۂ قرطاس پر پیش کردئے جائیں۔ بس میری یہی شاعری ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ جذبات کا آئینہ۔ خیالات کا نمونہ۔ اچھا ہے یا بُرا اس سے غرض نہیں اور نہ داد و تعریف کی خواہش۔ آمد کا شائق آورد کا مخالف ع

من قماش فروش دل صد پارہ خویشم

میں بہ لحاظ زبان سادگی پسند ہوں۔ شکوہ الفاظ اچھی چیز ہے لیکن سننے والا کچھ نہ سمجھا اور لغت کی ضرورت ہوئی تو وہ شعر عوام میں مقبولیت نہیں حاصل کر سکتا۔ میں ہمیشہ اپنے احباب و عزیزان اور شاگردان کو یہ صلاح و مشورہ دیتا ہوں کہ شوق شاعری سے پیشتر فن عروض ضرور سیکھ لیں۔

متروکات سے باخبر اور تذکیر و تانیث سے واقف ہو جائیں۔ اس میں خواہ وقت پیش آئے۔ خواہ وقت کثیر صرف ہو۔ مگر کسی حالت میں مایوس ہراساں نہ ہوں اور الٹکل پچو شعر گوئی کا آغاز نہ فرمائیں۔

ہماری زبان اُردو ہو یا ہندی یا ہندوستانی اس سے بحث نہیں سوال صرف یہ ہے کہ جب ہم کسی زبان میں شعر و شاعری کا شوق اور فن سخن کا ذوق رکھتے ہیں تو ہرگز کسی عیب جو اور نکتہ چیں کو ایسا موقع دیدہ و دانستہ نہ دیں جس میں وہ ہمارا مذاق اڑا سکے یا ناواقفیت کا طعنہ دے سکے۔ یوں عوام کالانعام خدا پر بھی بہتان لگا دیتے ہیں اور مشرقی و مغربی وحی اور شبدوں پر بھی اعتراض جما دیتے ہیں۔ ان باتوں کی پرواہ قطعی نہیں کرنی چاہیے۔

میں خود متروکات پر عامل ہوں۔ گو یہ مانتا ہوں کہ بہت سے الفاظ قطعی غلط فیصلہ کی بنا پہ متروک ہو گئے ہیں۔ مثلاً مت (نہ) سدا (ہمیشہ) وغیرہ اظہار نون (بہ حالت عطف و اضافت) کے متعلق بھی میری ذاتی رائے جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔

پنجاب والے "مجھے دہلی جانا ہے" کے بجائے "میں نے دہلی جانا ہے" بولتے ہیں۔ میں اسے غلط سمجھتا ہوں۔ لکھنؤ کے باشندے "کتاب چاہیے" کی جمع "کتب چاہیے" لکھتے ہیں۔ یا "کتاب لکھنی ہے" کی جگہ "کتاب لکھنا ہے" کہتے ہیں۔ یہ بھی میری زبان و اصول کے خلاف ہے۔

میں ۹۰ فی صدی حالت میں زبان دہلی کا پیروکار ہوں۔ مگر بہت سے الفاظ (مثل سنور بور۔ شرابور) میں لکھنؤ کو درست مانتا ہوں۔ جمہور کی

رائے ہر لحاظ سے قبولیت کا درجہ چاہتی ہے اور غلط الفاظ کے استعمال سے احتراز ہی مناسب ہے،

رات دن کا ہے ترا مشغلہ آرائش زلف

یہ تو تو سوچ کہ ہے حال پریشاں میرا

بہر حال کلام پیش ہے پسند آئے تو زہے قسمت! ورنہ میری غلطیوں سے مجھے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ کے لئے بہ شرطِ زندگی محتاط رہوں۔ پسندیدگی اور ناپسندیدگی ہر دو حالتوں میں دُعائے خیر سے ضرور یاد فرمائیں۔ فی الحال عمر کے ۶۳ سال ختم کر چکا ہوں۔ چراغ سحری سمجھئے۔ نہ معلوم پنجۂ اجل کب اور کس وقت آکر دبوچ لے اور خاتمہ ہو جائے۔ کاش خاتمہ بالخیر ہو ؎

ہو چکیں غالبؔ بلائیں سب تمام

ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

شادؔ میرٹھی

کوئٹہ جنکشن۔ ۱۵ر مارچ ۱۹۴۹ء یوم یکشنبہ

نوٹ: اگر اس دیباچہ کے ساتھ ساتھ میری کتاب "بقائے سخن" بھی ملاحظہ فرمائی جائے تو بہتر ہے، اس میں فن سخن پر بالتفصیل بحث ہے اور زبانِ اردو پر ایک دلچسپ تبصرہ ہے۔

فہرست وتفصیل اشعار

ردیف الف

نمبر شمار	مصرعہ	تعداد اشعار	مطبوعہ پریم پرچارک	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
۱	ہے آج جشنِ یوم ولادت حضور کا	۵	۳۱ر اگست ۳۱ء	مضارع. مثمن. مکفوف	مفعول. فاعلات. مفاعیل. فاعلن	۳۵	
۲	آئے ہو دیا کرنے. مجھ پر بھی دیا کرنا	۷	۲۸ر دسمبر ۳۱ء	ہزج. مثمن. اخرب	مفعول. مفاعیلن. مفعول مفاعیلن	″	
۳	ہر دم ہمارے سر پہ ہے سایہ دیال کا	۶	۹ر مئی ۳۸ء	مضارع. مثمن. مکفوف	مفعول. فاعلات. مفاعیل. فاعلن	۳۶	
۴	بہت اعلیٰ بنا ہے پارچہ بنکیٹ و دیل کا	۱۳	۲۴ر جولائی ۳۹ء	ہزج. مثمن. سالم	مفاعیلن. مفاعیلن. مفاعیلن. مفاعیلن	″	
۵	تو ہماری آرزو. تو مدعائے دل بنا	۱۱	۲۲ر دسمبر ۴۱ء	رمل. مثمن. محذوف	فاعلاتن. فاعلاتن. فاعلاتن فاعلن	۳۷	
۶	حسنِ بے پردہ کو اپنے جلوہ گاہِ دل بنا	۱۰	۲۲ر دسمبر ۴۱ء	رمل. مثمن. محذوف	فاعلاتن فاعلاتن. فاعلاتن فاعلن	۳۸	
۷	انجمنِ نیاز میں روز مجھے بلائے جا	۹	۲۸ر ستمبر ۴۲ء	رجز. مثمن. مطوی مخبون	مفتعلن. مفاعلن. مفتعلن. مفاعلن	۳۹	
۸	یہ پردہ چھوڑ دے اے چھپنے والے روبرو ہو جا	۷	۲۶ر جولائی ۴۳ء	ہزج. مثمن. سالم	مفاعیلن. مفاعیلن. مفاعیلن. مفاعیلن	″	
۹	خوشی ہو تو خوشی اچھی. الم ہو تو الم اچھا	۱۳	۳۱ر جنوری ۴۹ء	ہزج. مثمن. سالم	مفاعیلن. مفاعیلن. مفاعیلن مفاعیلن	″	

نمبر شمار	مصرعہ	تعداد اشعار	مطبوعہ پریم پرچارک	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
۱۰	دل میں رہے ہمیشہ یا رب قیام تیرا	۵	غیر مطبوعہ	مضارع مثمن اخرب	مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن	۴۰	
۱۱	نا آشنا ہزار ہیں۔ تو آشنا ملا	۷	غیر مطبوعہ	مضارع مثمن مکفوف	مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن	۴۰	
ردیف رائے مہملہ							
۱۲	یہی ہے یار کا شیوہ تو کیا کرے آخر	۱۳	۱۶ر جنوری ۳۴ء	مجتث مثمن مجنون مقطوع	مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن	۴۱	
۱۳	غدار کے۔ خدا سے بڑھ گئے تم تو بشر ہو کر	۱۱	غیر مطبوعہ	ہزج مثمن سالم	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن	۴۲	
۱۴	چلے دو دیدۂ تر پیمانہ بن کر	۹	۲ر مئی ۲۹ء	ہزج مسدس محذوف	مفاعیلن مفاعیلن فعولن	۴۲	
ردیف سین							
۱۵	موت بھی تو نہیں آتی دل بیمار کے پاس	۵	۱۵ر فروری ۳۲ء	رمل مثمن مجنون مقطوع	فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن	۴۳	
ردیف غین معجمہ							
۱۶	جس کو تلاشِ حق ہو وہ آئے دیالباغ	۱۱	۲۸ر دسمبر ۳۶ء	مضارع مثمن مکفوف	مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن	۴۳	

نمبر شمار	مصرعہ	تعداد اشعار	مطبوعہ کرم پرچہ بابت	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
			ردیف لام				
۱۷	مرشد کے ساتھ وارث ہیں آگے نکل کے چل	۵	۲۴ر دسمبر ۳۴ء	مضارع مثمن مکفوف	مفعول ۔ فاعلات ۔ مفاعیل ۔ فاعلن	۴۴	
۱۸	چرنوں میں پیش ہیں عقیدت کے چند پھول	۵	۱۵/۲۲ر اگست ۳۵ء	مضارع مثمن مکفوف	مفعول ۔ فاعلات ۔ مفاعیل ۔ فاعلن	۴۴	
			ردیف میم				
۱۹	کسے یہاں ہیں غمِ آستاں نہیں معلوم	۹	۳۰ر مئی ۳۸ء	مجتث مثمن ۔ مخبون مقطوع	مفاعلن ۔ فعلاتن ۔ مفاعلن ۔ فعلات	۴۵	
			ردیف نون				
۲۰	کتنی دیا بھری ہے پیاسے نے بال میں	۷	۲۸ر جنوری ۳۵ء	مضارع مثمن مکفوف	مفعول ۔ فاعلات ۔ مفاعیل ۔ فاعلن	۴۶	
۲۱	جدھر وہ ساقیٔ محفل ہو ۔ بیٹھا ہوں	۸	۲۹ر اپریل ۳۵ء	ہزج مسدس ۔ محذوف	مفاعیلن ۔ مفاعیلن ۔ فعولن ۔	۴۶	
۲۲	گر آرزو کریں تو تری آرزو کریں	۶	۸ر جون ۳۶ء	مضارع مثمن مکفوف	مفعول ۔ فاعلات ۔ مفاعیل ۔ فاعلن	۴۷	
۲۳	خود ہی سما گیا ہوں جیسے پیا میں	۱۱	۱۱ر جولائی ۳۶ء	مضارع مثمن مکفوف اخرب	مفعول ۔ فاعلات ۔ مفاعیل ۔ فاعلن	۴۷	

نمبر شمار	مصرعہ	تعداد اشعار	مطبوعہ پریم پرچارک	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
۲۴	ہر گھڑی واہ واہ کرتا ہوں	۱۳	۱۵/۲۲ اگست سنہ ۳۸ء	خفیف مسدس مخبون	فاعلاتن فعلاتن ۔ مفاعلن ۔ فعلن	۴۸	در صنعت توشیح ہر دو مصرعہ
۲۵	تو جو مل جائے تو پھر کچھ مجھے درکار نہیں	۸	۲ جنوری سنہ ۳۹ء	رمل مثمن مخبون ابتر	فاعلاتن ۔ فعلاتن ۔ فعلاتن ۔ فعلن	۴۹	
۲۶	وہ ساتھ ہے ہر وقت میں تنہا تو نہیں ہوں	۵	۳۱ جولائی سنہ ۳۹ء	ہزج مثمن اخرب مکفوف	مفعول ۔ مفاعیل ۔ مفاعیل ۔ فعولن	"	
۲۷	ہوتی ہیں بت پرستیاں روز مری نماز میں	۷	۲۵ ستمبر سنہ ۳۹ء	رجز مثمن مطوی مخبون	مفتعلن ۔ مفاعلن ۔ مفتعلن ۔ مفاعلن	۵۰	
۲۸	تو میرے روبرو ہو میں تیرے روبرو ہوں	۱۳	۴ مارچ سنہ ۴۰ء	مضارع مثمن اخرب	مفعول ۔ فاعلاتن ۔ مفعول ۔ فاعلاتن	"	
۲۹	انسان کے پردہ میں خدا دیکھ رہا ہوں	۷	۱۹ جولائی سنہ ۴۰ء	ہزج مثمن اخرب مکفوف	مفعول ۔ مفاعیل ۔ مفاعیل ۔ فعولن	۵۱	
۳۰	میری دنیا ہی الگ ہے کہ تمہارا ہوں میں	۱۱	۱۵ اگست سنہ ۴۰ء	رمل مثمن مخبون محذوف	فاعلاتن ۔ فعلاتن ۔ فعلاتن ۔ فعلن	۵۲	
۳۱	ست سنگ کا ہے چرچا پھیلا ہوا جہاں میں	۱۵	۱۸ اگست سنہ ۴۱ء	رمل مثمن مشکول	فعلات ۔ فاعلاتن ۔ فعلات ۔ فاعلاتن	۵۴	
۳۲	بے پئے نشہ میں مدہوش ہوا جاتا ہوں	۱۰	۲ فروری سنہ ۴۲ء	رمل مثمن مخبون	فاعلاتن ۔ فعلاتن ۔ فعلاتن ۔ فعلن	"	
۳۳	ہزاروں سجدے محفوظ تیرے دل میں بیٹھے ہیں	۹	۱۸ اپریل سنہ ۴۹ء	ہزج مثمن سالم	مفاعیلن ۔ مفاعیلن ۔ مفاعیلن مفاعیلن	۵۶	
۳۴	نہ چمک چاند میں ایسی نہ دمک تاروں میں	۵	غیر مطبوعہ	رمل مثمن مخبون	فاعلاتن ۔ فعلاتن ۔ فعلاتن ۔ فعلن	"	
۳۵	اے ذات بے نیاز ترا خاکسار ہوں	۹	"	مضارع مثمن مکفوف اخرب	مفعول ۔ فاعلات ۔ مفاعیل ۔ فاعلن	۵۷	
۳۶	مغفرت کے لئے دشمن بھی دعا کرتے ہیں	۷	"	رمل مثمن مخبون	فاعلاتن ۔ فعلاتن ۔ فعلاتن ۔ فعلن	"	

نمبر شمار	مصرعہ	تعداد اشعار	مطبوعہ پریم پرچارک	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
۳۷	وہ قسمت ور ہیں جو دیکھیں جمالِ یار ہوتی ہیں	۷	غیر مطبوعہ	ہزج مثمن سالم	مفاعیلن . مفاعیلن . مفاعیلن . مفاعیلن	۵۸	
۳۸	ہم تو فنا ہیں۔ تجھ میں کہ جس میں فنا نہیں	۷	۲۱ اپریل ۱۹۴۹ء	مضارع مثمن مکفوف	مفعول . فاعلات . مفاعیل . فاعلن	״	
۳۹	"دیال باغ" کا اک بلبل ہزار ہوں میں	۱۱	״	مجتث مثمن مخبون	مفاعلن . فعِلاتن . مفاعلن . فعلن	۵۹	
۴۰	حسرتِ بادہ و ایاغ نہیں	۸	״	خفیف مسدس مخبون ابتر	فاعلاتن . مفاعلن . فعلن	۶۰	
۴۱	خواہشِ انقلاب ہے عرصہ کائنات میں	۹	۲۷ اپریل ۱۹۴۹ء	رجز مثمن مطوی مخبون	مفتعلن . مفاعلن . مفتعلن . مفاعلن	״	
				ردیف واو			
۴۲	گلِ امید سے دامن کو بھر دو	۹	غیر مطبوعہ	ہزج مسدس محذوف	مفاعیلن . مفاعیلن . فعولن	۶۱	
۴۳	میرے شافعِ روزِ محشر تمہیں ہو	۵	۱۲ دسمبر ۱۹۳۲ء	متقارب مثمن سالم	فعولن . فعولن . فعولن فعول	״	
۴۴	سب کو یہاں زوال ہے تم لازوال ہو	۱۳	غیر مطبوعہ	مضارع مثمن اخرب مکفوف	مفعول . فاعلات . مفاعیل . فاعلن	۶۲	
۴۵	بظاہر آدمی لیکن حقیقت میں خدا تم ہو	۱۱	۲۶ دسمبر ۱۹۳۲ء	ہزج مثمن سالم	مفاعیلن . مفاعیلن . مفاعیلن . مفاعیلن	۶۳	
۴۶	میری نگاہ میں ترا جلوہ مدام ہو	۱۷	۱۵ ستمبر ۱۹۳۸ء	مضارع مثمن اخرب مکفوف	مفعول . فاعلات . مفاعیل . فاعلن	۶۳	یہ پہلی غزل ہے جو ہولی ۱۹۱۲ء پر حضور کے دربار میں پڑھی گئی
۴۷	ازل کے روز سے سب کی تلاش و جستجو تم ہو	۱۴	۴ ستمبر ۱۹۳۹ء	ہزج مثمن سالم	مفاعیلن . مفاعیلن . مفاعیلن . مفاعیلن	۶۶	

نمبر شمار	مصرعہ	تعداد اشعار	مطبوعہ پریم پرچارک	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
			ردیف یائے معروف				
۴۸	کیا تجلی ہے کہ خود اپنی تماشائی ہوئی	۹	۸ر دسمبر ۳۱ء	رمل مثمن محذوف	فاعلاتن۔ فاعلاتن۔ فاعلاتن۔ فاعلات	۶۷	یہ پہلی فرمائشی غزل ہے جو پریم پرچارک میں شائع ہوئی۔
۴۹	میری طرف سے واقعی دنیا فنا ہوئی	۹	۱۱ر جنوری ۳۲ء	مضارع مثمن مکفوف	مفعول۔ فاعلات۔ مفاعیل۔ فاعلن	۶۸	
۵۰	چند روزہ ہے زمانے میں قیام زندگی	۹	۹ر اگست ۳۷ء	رمل مثمن محذوف	فاعلاتن۔ فاعلاتن۔ فاعلاتن۔ فاعلات	۶۹	
۵۱	جہاں میں محبت سستی ہو مگر اچھی نہیں ملتی	۱۷	۱۵ر نومبر ۴۸ء	ہزج مثمن۔ سالم	مفاعیلن۔ مفاعیلن۔ مفاعیلن۔ مفاعیلن	۶۹	
۵۲	میرے اشکوں نے بہہ کر سامنے کل داستاں کہہ دی	۱۵	۲۲ر نومبر ۴۸ء	"	" "	۷۱	
۵۳	کریں تقلید یاران طریقت میر مرشد کی	۹	۲۰ر دسمبر ۴۸ء	"	" "	۷۳	
۵۴	خوشی جو دیکھ لیں کبھی صورت یہ نور کی	۵	غیر مطبوعہ	مضارع مثمن محذوف	مفعول۔ فاعلات۔ مفاعیل۔ فاعلن	۷۴	
۵۵	قیامت کی گھڑی بھی اک قیامت کی گھڑی ہوگی	۱۳	"	ہزج مثمن سالم	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن	۷۴	
			ردیف یائے مجہول				
۵۶	تیرے قدموں میں مری جان پڑی رہتی ہے	۸	۴ر مئی ۵۱ء	رمل مثمن مخبون مقطوع	فاعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلن	۷۶	

نمبر شمار	مصرعہ	تعداد اشعار	مطبوعہ پریم پرچارک	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
۵۷	واہ کس شان سے پھر آج بسنت آئی ہے	۵	غیر مطبوعہ	رمل مثمن مخبون	فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن	۷۶	
۵۸	کیا شانِ عفو و رحمتِ پروردگار ہے	۱۳	″	مضارع مثمن محذوف	مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن	۷۶	
۵۹	حرم و دیر میں کیا یار کا گھر دیکھیں گے	۹	۲ر نومبر ۳۱ء	رمل مثمن مخبون	فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن	۷۷	
۶۰	ہمارے واسطے تو ہی خدا ہے	۸	۲۵ر دسمبر ۳۲ء	ہزج مسدس محذوف	مفاعیلن مفاعیلن فعولن	۷۸	
۶۱	ہم ہندو مسلمان کا جھگڑا نہیں رکھتے	۹	۱۵ر مارچ ۳۳ء / ۷ر ستمبر ۳۴ء	ہزج مثمن اخرب مکفوف مقصور	مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن	۷۸	
۶۲	تجھ سے جو مانگتے ہیں اس سے سوا ملتا ہے	۹	یکم اکتوبر ۳۴ء	رمل مثمن مخبون	فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن	۷۹	
۶۳	آئی بسنت کیف کا ساماں لیے ہوئے	۱۰	۱۵ر فروری ۳۶ء	مضارع مثمن مکفوف	مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن	۸۰	
۶۴	تمہارے در سے گیا نہ خالی کوئی بھی آ کر غریب پیارے	۱۳	۲۲ر فروری ۳۷ء	متقارب مقبوض اثلم	فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن فعول فعلن	۸۱	
۶۵	تو میرے سامنے ہو نظر سے نظر ملے	۷	۲۳ر مئی ۳۸ء	مضارع مثمن مکفوف	مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن	۸۲	
۶۶	دلکشی چپ میں بھی ہے یہ ڈھنگ گویا در ہے	۵	۵ر دسمبر ۳۸ء	رمل مثمن محذوف	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن	۸۳	
۶۷	مزا جب ہے کہ جلوہ یار کا تو چار سو دیکھے	۸	۱۲ر جون ۳۹ء	ہزج مثمن سالم	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن	۸۳	
۶۸	”صاحب“ نظر میں روح میں دل میں سما گئے	۱۴	۲۸ر اگست ۳۹ء	مضارع مثمن مکفوف	مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن	۸۴	بہ عنوان
۶۹	تو مرا مقصود دل ہے تو مرا ایمان ہے	۱۵	۸ر اپریل ۴۰ء	رمل مثمن محذوف	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن	۸۵	”یادش بخیر“

نمبر	مصرعہ	تعداد اشعار	مطبوعہ پریم پرچارک	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
۷۰	تو جو چاہے۔ وہی منظورِ خدا ہو جائے	۱۱	یکم ستمبر ۱۹۴۱ء	رمل۔ مثمن۔ مخبون	فاعلاتن۔ فعِلاتن۔ فعِلاتن۔ فعِلات	۸۷	
۷۱	جس وقت آنکھ بند ہوئی ہم وہیں رہے	۱۱	۷ اکتوبر ۱۹۴۱ء	مضارع۔ مثمن۔ مکفوف	مفعول۔ فاعلات۔ مفاعیل۔ فاعلن	۸۹	
۷۲	کس چیز کی کمی ہے مرے داتا کے گھر میں ہے	۱۷	۲۷ اپریل ۱۹۴۲ء	مضارع۔ مثمن۔ مکفوف	مفعول۔ فاعلات۔ مفاعیل۔ فاعلن	۹۱	
۷۳	لاکھ پردوں میں بھی وہ جلوہ نما ہوتا ہے	۱۳	~~۲۴ اگست~~ ۲ ستمبر ۱۹۴۲ء	رمل۔ مثمن۔ مخبون	فاعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلن	〃	
۷۴	درد اٹھکر بٹھائے دیتا ہے	۱۱	۱۷ مئی ۱۹۴۸ء	خفیف۔ مسدس۔ مخبون	فاعلاتن۔ مفاعلن۔ فعلن	۹۲	
۷۵	آپ ہوں میری نظر کے سامنے	۱۱	۹ اگست ۱۹۴۸ء	رمل۔ مسدس۔ محذوف	فاعلاتن۔ فاعلاتن۔ فاعلن	۹۳	
۷۶	تنگنائے دل میں فطرت کی وسعت دیکھئے	۹	+ اگست ۱۹۴۸ء	رمل۔ مثمن۔ محذوف	فاعلاتن۔ فاعلاتن۔ فاعلاتن۔ فاعلن	۹۴	
۷۷	ہر کام میں گورو کی عنایت بھی چاہیئے	۱۵	۶ ستمبر ۱۹۴۸ء	مضارع۔ مثمن۔ مکفوف۔ مقصور	مفعول۔ فاعلات۔ مفاعیل۔ فاعلن	۹۶	
۷۸	کیا کیا جہاں میں چاہیئے کیا کیا نہ چاہیئے	۱۹	۲۹ نومبر ۱۹۴۸ء	〃 〃	〃 〃	۹۷	
۷۹	مری ہر بات اک جزوِ عبادت ہوتی جاتی ہے	۷	۲۸ فروری ۱۹۴۹ء	ہزج۔ مثمن۔ سالم	مفاعیلن۔ مفاعیلن۔ مفاعیلن۔ مفاعیلن	۹۸	اس غزل میں حضور مہاراج جی نے بھی ایک [illegible] فی البدیہہ فرمایا تھا
۸۰	نظرِ التفات کے صدقے	۸	غیر مطبوعہ	خفیف۔ مسدس۔ مخبون	فاعلاتن۔ مفاعلن۔ فعلن	〃	
۸۱	چلتی نہیں ہے پیش مرے دل کے سامنے	۸	〃	مضارع۔ مثمن۔ مکفوف۔ مقصور	مفعول۔ فاعلات۔ مفاعیل۔ فاعلن	۹۹	
۸۲	تیری نگاہ لطف و عنایت ہی رہی	۵	〃	〃 〃	〃 〃	۱۰۰	

نمبر شمار	مصرعہ	تعداد اشعار	مطبوعہ پریم پرچارک	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
۸۳	ہر قدم پر خود نظر آنے لگی منزل مجھے	۱۳	غیر مطبوعہ	رمل مثمن محذوف	فاعلاتن۔ فاعلاتن۔ فاعلاتن۔ فاعلات	۱۰۱	
۸۴	میرے لئے نگاہ کی کیوں روک تھام ہے	۱۳	"	مضارع مثمن مکفوف	مفعول۔ فاعلات۔ مفاعیل۔ فاعلن	۱۰۲	
۸۵	دل میں خود خانقاہ ہوتی ہے	۸	"	خفیف مسدس مخبون	فاعلاتن۔ مفاعلن۔ فعلن	۱۰۳	

قطعات و رباعیات

نمبر شمار	مصرعہ	تعداد اشعار	مطبوعہ پریم پرچارک	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
۱	بندہ نوازی (بیان ہو کس طرح جو وصف شانِ بندہ نوازی ہے)	۲	غیر مطبوعہ	ہزج مثمن سالم	مفاعیلن۔ مفاعیلن۔ مفاعیلن۔ مفاعیلن	۱۰۵	
۲	شاد اور پرشاد (سب کو پرشاد ملا شاد ہوا جاتا ہے)	۲	"	رمل مثمن مخبون	فاعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلن	"	
۳	شانِ بسنت (دیکھا وہاں باغ میں اُس شب بسنت کا)	۲	۱۵ فروری ۳۲ء	مضارع مثمن مکفوف	مفعول۔ فاعلات۔ مفاعیل۔ فاعلن	"	
۴	میرا تیرا (رہ جائیگا سب بحث یہ میرا تیرا)	۲	۲ مارچ ۳۶ء	ہزج مثمن اخرب	مفعول۔ مفاعلن۔ فعولن۔ فعلن	۱۰۶	

نمبر شمار	مصرعہ	تعداد اشعار	مطبوعہ پریم پرچارک	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
۵	مٹی کا بچھونا اک روز جہاں سے ہاتھ دھونا ہوگا	۲	۲؍مارچ ۳۶ء	ہزج مثمن اخرب	مفعول۔مفاعلن۔فعولن۔فعلن	۱۰۶	
۶	ہولی اور دیال باغ رنگ کی ساقی ہوئی دھوم سے ہولی آئی	۲	۲۶؍فروری ۳۴ء	رمل۔مثمن۔مجنون	فاعلاتن۔فعلاتن۔فعلاتن۔فعلن	۱۰۶	
۷	دیگر ہے عیاں خاص ویا۔ آج نہاں ہو کیونکر	۲	"	"	" "	۱۰۶	
۸	صاحب کی جُدائی صاحب کے انتقال سے اندھیر ہو گیا	۲	۵؍جولائی ۳۶ء	مضارع مثمن مکفوف	مفعول۔فاعلات۔مفاعیل فاعلات	۱۰۷	
۹	صاحب کہاں گئے دریائے مہر و بحرِ کرم اب کہاں گئے	۲	"	"	" "	۱۰۷	
۱۰	جلدی ملو جاکر جہاں چھپے ہو ہمیں اب وہیں ملو	۲	"	"	" "	۱۰۷	
۱۱	سالگرہ حضور صاحب جی مہاراج کیوں نہ گلشن میں بھلا شورِ مبارک باد ہو	۱۱	غیر مطبوعہ	رمل۔مثمن۔محذوف	فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن	۱۰۷	

نمبر شمار	مصرعہ	تعداد اشعار مطبوعہ بوم پرچارک	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
۱۲	لا حول ولا قوۃ الا باللہ	۲ غیر مطبوعہ	ہزج مثمن اخرب	مفعول مفاعلن فعولن فعلن	۱۰۸	
			گیت وغیرہ			
۱	گورکھا کا ہے راکھے بیر	۳ بند ۱۷ فروری ۳۶ء	—	—	۱۰۸	
۲	یہ بھارت دیش ہمارا ہے	۴ غیر مطبوعہ	—	—	۱۰۸	
۳	میں بارم بار کروں پرنام	۴ ،،	—	—	۱۰۹	
			مسدس			
	جشن اشٹمی دنیا کے واسطے یہ شفاعت کا روز ہی	۲۴ (۸ بند) یکم ستمبر ۳۱ء	مضارع مثمن مکفوف	مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن	۱۱۰	
	مبارک آمد کتنی ہے خوش گوار یہ آمد حضور کی	۹ (۳ بند) جولائی ۳۲ء	،،	،، ،،	۱۱۳	

نمبر شمار	مصرعہ	تعداد اشعار	مطبوعہ پریم پرچارک	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
۳	اجمیر چلو بھائی (آنے کو یہاں شاید صاحب کی سواری ہے)	۹ (۳ بند)	۲۹ر اکتوبر ۳۳ء	ہزج۔ مثمن۔ اخرب	مفعول۔ مفاعیلن۔ مفعول۔ مفاعیلن	۱۱۲	
۴	یوم مقدس۔ بھنڈارہ حضور مہاراج (ہمارے مہرباں حسبِ عطا کی مہما کا بیاں کیا ہے)	۱۹ (۳ بند)	۷ر جنوری ۳۵ء	ہزج۔ مثمن۔ سالم	مفاعیلن۔ مفاعیلن۔ مفاعیلن۔ مفاعیلن	۱۱۳	
۵	دہلی کی نمائش (اگر فردوس بر روئے زمیں است)	۱۸ (۶ بند)	۱۱ر مارچ ۳۵ء	ہزج۔ مسدس۔ محذوف	مفاعیلن۔ مفاعیلن۔ فعول	۱۱۴	
۶	یادِ جاناں (حقیقت میں وہی محفل وہی موجود ساقی ہے)	۱۸ (۶ بند)	۲۶ر اگست ۴۰ء	ہزج۔ مثمن۔ سالم	مفاعیلن۔ مفاعیلن۔ مفاعیلن۔ مفاعیلن	۱۱۶	
۷	افتتاح ڈیری دھنک (ست سنگ میں بسنت کی ہے خوب دھوم آج)	۱۹ (۳ بند)	غیر مطبوعہ	مضارع۔ مثمن۔ مکفوف اخرب	مفعول۔ فاعلات۔ مفاعیل۔ فاعلات	۱۱۸	

مثلث

نمبر شمار	مصرعہ	تعداد اشعار	مطبوعہ پریم پرچارک	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
۱	ہر سو ہے آشکارا ظاہر ظہور تیرا	۷ بند	غیر مطبوعہ	مضارع۔ مثمن۔ اخرب	مفعول۔ فاعلاتن۔ مفعول۔ فاعلاتن		

نمبر شمار	مصرعہ	تعداد اشعار	مطبوعہ پریم پرچارک	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
۲	لاہور کی نگری ہیں	۱/۵ (۱۰ بند)	غیر مطبوعہ	ہزج مثمن اخرب	مفعول۔ مفاعیلن۔ مفعول۔ مفاعیلن	۱۲۰	

نظم "مربع"

نمبر شمار	مصرعہ	تعداد اشعار	مطبوعہ پریم پرچارک	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
۱	مرشد پرستی (خدا جانتا ہے کہ یاد آپ ہی ہو)	۲۰	۲۰/ اگست [illegible]	متقارب مثمن سالم	فعولن۔ فعولن۔ فعولن۔ فعولن	۱۲۱	

قطعات تاریخ

نمبر شمار	مصرعہ	تعداد اشعار	مطبوعہ پریم پرچارک	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
۱	تاریخ اشاعت پریم پرچارک در سن عیسوی	۷	غیر مطبوعہ	خفیف مسدس مخبون	فاعلاتن۔ مفاعلن۔ فعلن	۱۲۲	
۲	ایضاً در سن بکرمی	۷	”	”	” ” ”	۱۲۳	

اشعار متفرق و غزلیات ناتمام

نمبر شمار	مصرعہ	تعداد اشعار	مطبوعہ پریم پرچارک	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
۱	تیرے ہی باغ کا اے گلعذار میں بھی ہوں	۴	غیر مطبوعہ	مجتث مثمن مخبون مقطوع	مفاعلن۔ فعلاتن۔ مفاعلن۔ فعلن	۱۲۴	

نمبر شمار	مصرعہ	تعداد اشعار	مطبوعہ پریم پچارک	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
۲	یہ حسرت ہے کہ آ بیٹھو سمٹ کر آنکھ کے تل میں	۲	غیر مطبوعہ	ہزج مثمن سالم	مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن	۱۲۴	
۳	ہر دو عالم میں مچی ہے یہی شہرت تیری	۳	"	رمل مثمن مخبون	فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن	۱۲۴	
۴	مسندِ دل ہے کرم مرجعِ پروردگار کا	۲	"	مضارع مثمن مکفوف	مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن	۱۲۵	
۵	یہ بے خودی ہے تن گر سے خودی نہیں ہے	۲	"	مضارع مثمن اخرب	مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن	۱۲۵	

قطعاتِ تاریخ دیوانِ ہذا

از مصنف دیوانِ ہذا

نمبر شمار	مصرعہ	تعداد اشعار	مطبوعہ پریم پچارک	بحر	اوزان	صفحہ	کیفیت
۱	اسرارِ معرفت کا مخزن چھپا ہے اچھا ۲۰۰۶ بکرمی	۲	—	مضارع مثمن اخرب	مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن	۱۲۵	
۲	نظمِ رنگیں عقیدتِ ایماں ۲۰۰۶ بکرمی	۲	—	خفیف مسدس مخبون	فاعلاتن مفاعلن فعلن	۱۲۵	
۳	پڑھ کے کہیں کہ خوب ہے شاعری سرور بخش ۱۳۶۸ھ ۵۸۱ ۱۹۴۹ء	۳	—	رجز مثمن مطوی مخبون	مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن	۱۲۶	

بابو ہلاسو رام صاحب بی اے ساکن ... ملتان

مخزنِ اسرارِ معرفت

۱۹ / ۶ / ۴۹

۵	ردیف الف موحدہ	۱

ہے آج جشنِ روزِ ولادت حضور کا — دُنیا میں دور دورہ ہے عیش و سُرور کا
وعدہ کیا ہے جس کی شفاعت کا آپنے — کیا اُس کو خوف و فکر ہو شورِ نشور کا
میں جانتا ہوں آپ کی رحمت بلند ہے — پھر کیا مجھے خیال ہو اپنے قصور کا
کیا مجھ سے وصفِ مرشدِ کامل بیاں ہو — ہے ذاتِ بے نیاز مرقع ہے نور کا

۵	ستسنگیوں کے واسطے ہے شاد روزِ عید مدت سے منتظر تھا جہاں اس ظہور کا	۲

مجبور ہوں اس دل سے حیران ہوں کیا کرنا — کیا کام بھلا کرنا۔ کب یادِ خدا کرنا
دُنیا کے اطبا کیا جانیں مری حالت کو — بیمار تمہارا ہوں۔ تم میری دوا کرنا
مدت سے گنہ گاری۔ اک شیوہ ہمارا ہے — لیکن ہو دیالو تم۔ تم ہم پہ دیا کرنا
ہر چند میں عاصی ہوں۔ آخر تو تمہارا ہوں — آئے ہو دیا کرنے۔ مجھ پہ بھی دیا کرنا
سب مال سے بڑھ کر تن اور تن سے سوا ایمان — ان سب سے ہو تم بڑھ کر سب تم پہ فدا کرنا

منظور کرو عرضی یہ کام تمہارا ہے اور فرض ہمارا ہے بس استدعا کرنا

۳	اے شاد تجھے کیا ڈر۔ کس بات کا اندیشہ صاحب ترے مالک ہیں۔ ہے کام دیا کرنا	۵ھ

ہردم ہمارے سر پہ ہے سایہ دیال کا — وعدہ کیا ہے جس نے ہمیشہ سنبھال کا

جو صدر انجمن ہے۔ کہیں بیٹھے صدر ہے — کرسی ہی کچھ مقام نہیں ہے دیال کا

کیا خوب ہے جمال یہ کیا خوب ہے جلال — چولا بدل کے بیٹھے ہیں "صاحب" کمال کا

انتر میں دھیان دھر کے بنے کوئی نکتہ چیں — درشن کرے گورو کے مبارک جمال کا

دیکھا تجھے جو خواب میں وا ای قدرت — شیرازہ بندھ گیا مری بزم خیال کا

۴	اے شاد مجھ پہ کیوں نہ دیا ہو دیال کی ہوں نام لیوا "صاحب" ست گور دیال کا	۱۳ھ

قدوم یار تک آخر پہونچنا ہو گیا دل کا — خدایا شکر ہے تیرا۔ پتہ پایا ہے منزل کا

ہمیں اک مرشد کامل ملا ہے راہ و منزل کا — قدم بوسی کریں، دو کریں نکالیں حوصلہ دل کا

کہیں کی ساختہ ململ ہو دہ بے میل ہے بیک — بنا ہے پارچہ انمول اب بنکیشور مل کا

وہ جلوا دیکھ کر یوں پتلیاں اترائی پھرتی ہیں — نہیں آساں نظر آنا ہماری آنکھ کے تل کا

کیا مدہوش رندوں کو یہ ساقی ایک ساغر میں — مگر عاجز بھی شاد و باخبر ہے تیری محفل کا

عجب گلشن ہے یہ جس کا شگفتہ غنچہ غنچہ ہے — تبسم ہے کہیں گل کا کہیں نغمہ عنادل کا

لہ بالکل وہی مرد یہ وہی رنگ روپ ہے + چولا بدل کے بیٹھے ہیں صاحب کمال کا۔
لہ تا لہ یہ چاروں بھی بھائی دیال باغ کے ست سنگی اور شاعر ہیں۔

ترا تشنہ ہوں میں ہرگز نہ دیکھوں گا سوئے دریا
غریقِ عشق ہوں دامن نہ پکڑوں گا میں ساحل کا

تمہیں دل میں ہو ہر دم تمہیں ہر وقت آنکھوں میں
یہی ہے آرزو دل کی یہی ہے مدعا دل کا

تمہیں مشکل کشائی سے کرو آسان ہر منزل
نہیں مشکل کشا کوئی جہاں میں میری مشکل کا

تڑپ اٹھے۔ پھڑک جائے۔ دہن سے چین چھن جائے
اگر کوئی سنے قصہ مری بے تابیٔ دل کا

بڑی حیرت سے ہر اک کو تجھے تکتے ہوئے دیکھا
مثالِ آئینہ سکتہ میں ہے کچھ رنگ محفل کا

یہ اے لیلیٰ شمائل کس لئے مجنوں سے پردہ ہے
نقابِ رخ اٹھا کر دیکھ لے کیا کام محمل کا

۱۳۱۵	زباں سے کیوں کہیں کچھ شاد۔ خاموشی مناسب ہے ذرا آنکھیں ملیں۔ وہ جان لیں گے مدعا دل کا	سنہ

اے خوشا قسمت! کہ راہِ عشق میں کامل بنا
یار نے دل پر کیا قبضہ تو میرا دل بنا

جو کوئی دل سے مریدِ مرشدِ کامل بنا
راہِ حق پر چل پڑا۔ وہ رہروِ منزل بنا

تیری مستانہ نگاہوں سے نظر ایسی لڑی
کفر ایماں بن گیا۔ ایماں مرا باطل بنا

تیرا طالب تجھ سے کچھ مانگے اسے یارا نہیں
تیرے الطاف و کرم کو دیکھ کر سائل بنا

راستہ الفت کا طے ہونا بہت دشوار ہے
ہم جسے آساں سمجھتے تھے وہی مشکل بنا

جب گرا بے ہوش ہو کر۔ ان کے قدموں پہ گرا
کس قدر ذی ہوش ہوں بے طلب میں غافل بنا

اور کچھ حسرت نہیں روزِ ازل سے آج تک
تو ہماری آرزو۔ تو مدعائے دل بنا

زندگی و مرگ دونوں کے حیلے نکلے غلط
کامِ دنیا کا ہر اک ہنگامہ باطل بنا

سہل ہو پہچان تیری۔ اپنی کر پہچان ہو
ساری دنیا کے لئے تو عقدۂ مشکل بنا

کوئی دیتا ہے جگہ دل میں کوئی آنکھوں میں کوئی
واہ کس انداز سے تو رونقِ محفل بنا

	وسعتِ بحرِ محبت کا نہ پوچھو حال شاد جو جہاں ڈوبا وہیں اس کے لئے ساحل بنا	

ست سنگی نوجوان سے خطاب

طور پر چڑھ کر۔ خود کو پھر دیدۂ متحمل بنا
حُسنِ بے پردہ کو اپنا جلوہ گاہِ دل بنا

سعیٔ لاحاصل نہ کر۔ ہاں! جادۂ منزل بنا
ہر قدم کو آج سے وابستۂ حاصل بنا

ذوق پیدا کر۔ ذرا تو جذبۂ کامل بنا
راہِ اُلفت میں جو چلنا ہے تو پہلے دل بنا

زندگی کا لطف لے۔ آسان ہر مشکل بنا
خود کو مقبولِ نگاہِ مرشدِ کامل بنا

قولِ "صاحب" پر عمل کر "حال" کو ہرگز نہ بھول
فکرِ "ماضی" چھوڑ کر اب اپنا مستقبل بنا

چھوڑ غفلت۔ غور کر۔ تیرا وطن پامال ہے
حق پہ تکیہ رکھ۔ عدو کی کوششیں باطل بنا

صنعت و حرفت کو پھر پہنچا دے فروغ و اوج پہ
کارخانے کھول کپڑا بُن۔ ہزاروں مِل بنا

پردۂ دُنیا پہ ہے۔ بے مثل رُوحانی عروج
سرزمینِ ہند کو حرفت میں بھی کامل بنا

یار کو بھی حوصلہ افزائیاں منظور ہیں
کیوں ہے گھبراہٹ نہ کارِ سہل کو مشکل بنا

بحرِ رحمت کا نہیں ہے شاد ہرگز اور چھور
تو دیا چاہے تو اپنے آپ کو قابل بنا

تارِ نظر لگائے جا۔ مجھ سے نظر ملائے جا
میری نظر میں چھائے جا۔ کیفِ نظر بڑھائے جا

تیری خوشی میں ہے خوشی۔ شوق سے تو ستائے جا
تیری رضا ہے گر یہی۔ خاک ہی میں ملائے جا

نیم تبسمی غضب۔ چُپ ہیں کیوں زبان و لب
بات ذرا سُنائے جا۔ زور سے مسکرائے جا

ہم پہ کرم ہو یا ستم۔ بخشش ہے کہ رنج و غم
دونوں کو ایک سمجھیں ہم۔ فرق یہ سب مٹائے جا

---

[1] وقت گزرے سے مطلب ہے۔

تیرا ستم ہے بے پناہ۔ مجھ پہ کرم کی کر نگاہ ہوں میں غریق ہر نگاہ۔ شوق سے آزمائے جا
ایسی نئی ہوا چلے۔ دل کی کلی کلی کھلے مست فضا بنی رہے غنچۂ دل کھلائے جا
حسرتِ دل نکال دے۔ تیرچھی نظر ہی ڈال دے ہم سے پھرا ہوا ہے کیوں آنکھ نہ یوں چرائے جا
در ہی پہ بیٹھ جاؤں گا۔ اُف بھی نہ لب پہ لاؤں گا انجمنِ نیاز میں۔ روز مجھے بلائے جا

۵	اُن ہی کی دل میں یاد ہو۔ یاد میں شاد شاد ہو اُن ہی سے لو لگائے جا۔ اُن ہی کے راگ گائے جا	۸

یہ پردہ چھوڑ دے۔ اے چھپنے والے روبرو ہو جا جدھر دیکھوں۔ تجھے دیکھوں نظر میں تو ہی تو ہو جا
غرض یہ ہے کہ دُنیا سے تعلق قطع ہو جائے تو ہی ارمانِ دل ہو جا۔ تو ہی اک آرزو ہو جا
خوشا بختے! خیالِ یار ما در وسعتِ عالم میں وہ بولے یا نہ بولے۔ تو ہی محوِ گفتگو ہو جا
حقیقت آشنا ہونا کٹھن ہے۔ درد پیدا کر ذرا راہِ وفا میں گامزن ہو۔ چارہ جو ہو جا
کڑی منزل سہی آواز پر لبیک کہہ دینا پہونچ ہی جائے گا اک روز صرفِ جستجو ہو جا
خیالِ یار! تو بن جا برائے زخمِ دل مرہم ہمارے چاکِ دامان کے لئے تو ہی رفو ہو جا

۱۰	دو رنگی چھوڑ دے عشق میں یکرنگیاں ہوں گی اُسے تو اپنا کر لے شاد یا خود اُس کا تو ہو جا	۹

زمانہ مان لے میرا خیال اچھا۔ قلم اچھا طفیلِ مرشدِ کامل سے مضمون ہو رقم اچھا
تمہارے پریم میں ہو۔ وہ انداز قلم اچھا تمہاری شان میں ہر دم رواں ہو وہ قلم اچھا
تمہاری بات بات اچھی کہیں کس کس کو ہم اچھا وفا اچھی۔ جفا اچھی۔ دیا اچھی۔ کرم اچھا
تمہاری مہربانی سے ملے جو بیش و کم اچھا خوشی ہو تو خوشی اچھی۔ الم ہو تو الم اچھا
تری راہِ محبت میں جو اُٹھے وہ قدم اچھا ترا دم۔ دم بہ دم بھرتا ہے۔ ہر دم وہ دم اچھا

نہ یہ اچھا۔ نہ وہ اچھا نہیں دیر و حرم اچھے	ہے سجدہ کے لئے سر کو ترا نقشِ قدم اچھا
عنایاتِ زمانہ سے تو ان کی بے رخی اچھی	کرم ہائے جہاں سے ہر طرح ان کا ستم اچھا
ستم بھی خوب! اگر ناراضگی میں کچھ لطافت ہو	تسلی خود وہ دیتے ہیں کہ اچھوں کا ستم اچھا
خیالِ یار سے دل میں زمانہ بھر کی رونق ہے	تماشائے دو عالم کے لئے یہ جامِ جم اچھا
دیا تو باغ ہے رشکِ جنان غیرتِ جنت	نہ فردوسِ بریں اچھا۔ نہ گلزارِ ارم اچھا
ذراعت میں ہے لطفِ دید بھی تفریح بھی بیجا	نرالا مشغلہ دل کش ملا ہے صبح دم اچھا
مبتلا معترض ہوں شعر پر میرے تو حیرت کیا	نہ اندازِ بیاں اچھا۔ نہ اسلوبِ رقم اچھا

سنہ	بہ فضلِ ایزدی ہم شاد کہنہ مشق شاعر ہیں رہا بزمِ سخن میں آج تک اپنا بھرم اچھا	۵۵ھ

دل میں رہے ہمیشہ یا رب قیام تیرا	سر میں ہو تیرا سودا۔ لب پہ ہو نام تیرا
دیر و حرم میں ڈھونڈا لیکن کہیں نہ پایا	آنکھوں کے پاس دیکھا آخر مقام تیرا
رحمت کی اک نظر ہو مجھ پر بھی تیرے صدقے	اے مرشدِ حقیقی میں ہوں غلام تیرا
کس طرح میرے دل میں۔ داتا سما سکے تو	بالا مکان تیرا۔ اعلیٰ مقام تیرا

سنہ ۱۱	ہو شاد پر نگاہِ لطف و کرم ہمیشہ پڑھتا رہے وہ کلمہ ہر صبح و شام تیرا	۵۶ھ

کیوں کر بتاؤں میں۔ ترے ملنے سے کیا ملا	انسان کے لباس میں پنہاں خدا ملا
دیکھا جہاں کو لاکھ نہ اک باوفا ملا	ناآشنا ہزار ہیں۔ تو آشنا ملا
قدموں میں تیرے آ کے مزا جانفزا ملا	اس زندگی کا لطف ملا اور سوا ملا
جینے کا ماحصل ہے یہی اس جہان میں	آخر ملا تو سب کو پیامِ قضا ملا

کیوں عالمِ وجود میں ہم آئے کیوں چلے
کیا جانے چند روز یہاں رہ کے کیا ملا

دیر و حرم میں شیخ و برہمن ہیں جبہ سا
مقصود کا کسی کو نہ اب تک پتا ملا

مدت سے اک زمانہ تھا جس کی تلاش میں
صد شکر شاد آج وہی پیشوا ملا

۱۲	ردیف ے مہملہ	۱۳ھ

ہو تیری دید کا شیدا تو کیا کرے آخر
وہ ہو نہ محوِ تماشا تو کیا کرے آخر

کھنچے نہ دستِ مسیحا تو کیا کرے آخر
مریض ہی نہ ہو اچھا تو کیا کرے آخر

زبانِ حال سے خود آنکھ نے بیان کیا
کرے نہ حالِ دل افشا تو کیا کرے آخر

نگاہِ اہلِ وفا کیوں پھرے وہیں تک جائے
یہی ہو یار کا شیدا تو کیا کرے آخر

بڑھا ہے شوقِ نمک پاشیِ دلِ مجروح
ہرا ہو نہ زخمِ تمنا تو کیا کرے آخر

تمہیں جو پائے گا دنیا کو بھول بیٹھے گا
یہاں نہ کوئی ہو اپنا تو کیا کرے آخر

تجلیاں تری موسیٰ کو غش میں لے آئیں
نہ کوہِ طور ہو سرما تو کیا کرے آخر

نماز و روزہ و حج کو ہے دور ہی سے سلام
کسی سے ہو نہ یہ جھگڑا تو کیا کرے آخر

ہے تیرا جلوۂ دیدار وجہِ ظلمتِ بصر
جو دیکھنے سے ہو سکتہ تو کیا کرے آخر

دل و جگر بھی لہو بن کے آنکھ سے بہہ جائیں
یونہی ہو خونِ تمنا تو کیا کرے آخر

تمہارا در ہو یہ سر ہو یہیں اجل آ لے
کسی کو ہو یہ تمنا تو کیا کرے آخر

نگاہِ شوق تو ٹکرائے گی وہیں جا کر
اٹھے نہ چہرہ سے پردا تو کیا کرے آخر

۱۳	خفا ہو شاد سے ناحق کوئی تو کیا حاصل یونہی ہو رنجشِ بے جا تو کیا کرے آخر	۱۵ھ

سیہ بختی مٹا دو آج تم نورِ سحر ہو کر
دکھا دو اپنا جلوہ میرے دل میں جلوہ گر ہو کر

قدم بوسی کی حسرت پھر تو ہو گی رات دن پوری
ترے در پر جو پڑ جاؤں میں خاکِ رہگذر ہو کر

ہمیں دیر و حرم سے کیا غرض ہم تیرے بندے ہیں
جہاں میں کیوں پھریں ہم مارے مارے دربدر ہو کر

تمہارا ہی سہارا ہے تمہیں سے عرض کرتا ہوں
علاجِ دردِ دل کر دو تمہیں اب چارہ گر ہو کر

تمہیں جو دیکھ لیتا ہے وہی یہ بات کہتا ہے
خدا رکھے! خدا سے بڑھ گئے تم تو بشر ہو کر

خبر بھی ہے کہ محفل میں ہیں مشتاقِ سخن سارے
بھلا خاموش کیوں بیٹھے ہو ایسے بے خبر ہو کر

فغاں اُٹھے تو ہو دل سوز، تجھ کو کھینچ لوں فوراً
دُعا نکلے تو ایسی ہو کہ پہونچے۔ جو اثر ہو کر

انہیں بن تم میں تکتا ہوں، و خاموش بیٹھا ہوں
خدا جانے وہ کیا کیا کہہ رہے ہیں ہم نظر ہو کر

مرے دل کو تسلی کا ذریعہ کاش مل جائے
مرے پہلو میں آ بیٹھو ذرا میرے جگر ہو کر

کبھی دل میں کبھی سر میں کبھی ہیں میری نظروں میں
ہمیشہ پھرتے رہتے ہیں وہ مصروفِ سفر ہو کر

۱۴۷	اسے تو آتے جاتے راہ میں اے کاش ٹھکرا دے پڑا ہے شاد اب تو تیرے در پر سنگِ در ہو کر	۵۹

محبت میں اٹھوں افسانہ بن کر
رہوں دنیا میں اک دیوانہ بن کر

پلا ساقی تو ہی مے خانہ بن کر
چلے دورِ نظر پیمانہ بن کر

ترا گھر سجدہ گاہِ خلق ہے آج
لگا ہوں میں پرستش خانہ بن کر

پیوں بھر بھر کے ہر دم جام پر جام
لنڈھاؤں خم کے خم مستانہ بن کر

یونہی جلتے رہیں اعدا حسد سے
ترے صدقے رہوں پروانہ بن کر

نظر آئے سوا تیرے نہ کوئی
زمانہ میں رہوں بیگانہ بن کر

زمانہ کو بھلا کر تو سمایا
سوا آباد ہوں ویرانہ بن کر

کسی دن تو مجھے ٹھکرائیں گے آپ — رہوں منگ درِ جانانہ بن کر

رہوں اے شادؔ مشغولِ زراعت
مجسّم ہمّتِ مردانہ بن کر

۱۵	ردیف سین	۵۵

ہمدمو! جاؤں گا کس منہ سے میں غفّار کے پاس
جوشِ عصیاں کے سوا کیا ہے گنہگار کے پاس
مر مٹے تجھ پہ جو۔ وہ زندہ جاوید ہوئے
موت بھی تو نہیں آتی ترے بیمار کے پاس
یہ ہوس ہے کہ فقط تجھ ہی کو دیکھے ہر دم
خواہشِ دید ہے اک طالبِ دیدار کے پاس
تیری بخشش کے بھروسہ پہ غنی ہوں۔ داتا!
ہاتھ پھیلائے نہیں جاؤں گا زردار کے پاس

شادؔ کس بات کا ڈر ہو۔ مجھے کس بات کا خوف
کم نہیں ہے کوئی رحمت مری سرکار کے پاس

۱۶	ردیف غین معجمہ	۱۱

دل میں بسی ہوئی ہے فضائے دیال باغ — روزِ ازل سے ہوں میں فدائے دیال باغ
سر میں سما رہی ہے ہوا ئے دیال باغ — اچھا نہیں ہے کچھ بھی سوائے دیال باغ

ڈنکے کی چوٹ ہے یہ صلائے دیال باغ — جس کو تلاشِ حق ہو وہ آئے دیال باغ
پر لطف یہ بہار، وہاں کب نصیب ہے — جنّت کو کیا کریں گے بجائے دیال باغ
اہلِ خدا نے دیکھیں خدا کی خدائیاں — کونین کا خدا ہے خدائے دیال باغ
ممکن نہیں کہ اور کوئی شے سمائے پھر — گر اہلِ دل کے دل میں سمائے دیال باغ
بدبخت حاسدوں کی ہیں سر کو بیاں ضرور — مضبوط کیوں نہ جو تہ بنائے دیال باغ
اپنے نیاز مند کو ہر وقت ہے خلش — آواز بے نیاز سنائے دیال باغ
بھولے ہوئے ہیں اہلِ جہاں اپنے آپ کو — پھر کیوں نہ راہ راست دکھائے دیال باغ
اک راہِ مستقیم پہ سب جس سے چل پڑیں — پھر خدا وہ ڈھنگ سکھائے دیال باغ

جی چاہتا ہے اُڑ کے پہونچ جائیں شاد ہم
ہر روز ہم کو درشن دکھائے دیال باغ

ردیف لام

۱۷ء — ۵۵ھ

ناداں وہ جہاں میں اتنا اُچھل کے چل — غفلت کو جلد چھوڑ ذرا تو سنبھل کے چل
کم بخت بھولے بچھڑوں کی صحبت سے دور بھاگ — مرشد کے ساتھ راہ میں آ کر نکل کے چل
پروانہ کہہ رہا ہے لگا ست گرو سے لو — تو میری طرح شمع سے کر عشق جل کے چل
پچھتائے سچّے دل سے تو ہو سب خطا معاف — آگے تو چل مگر کفِ افسوس مل کے چل

دُنیا میں چاہتا ہے اگر شاد بہتری
مگر در پہ دیالؔ کے پہلو بدل کے چل

۱۸ء — ۵۵ھ

داتا ترے کرم کا ہمیشہ رہے نزول — بندوں کی التجائے دلی ہو ذرا قبول

سو جان سے نثار ہوں "صاحب" کے نام پر — حسرت یہ ہے کہ تربتِ صاحبؒ ہے بے حصول
حکمِ حضور سے کبھی باہر نہ سر اٹھے — بے عمل ہوں روبرو دستِ سنگ کے پھول
شاعر کے پاس کیا ہے کہ کچھ نذر کر سکے — چرنوں میں پیش ہیں یہ عقیدت کے چند پھول

۵۹	ستگرو کی ذاتِ پاک ہے اک حاصلِ حیات اے شاد مختصر بھی کر، طول ہے فضول	۱۹

ردیف میم

تجھے جو دیکھے تو دیکھے کہاں نہیں معلوم — کہ بے خبر کو ذرا بھی نشاں نہیں معلوم
کہیں ہے یاس، کہیں نا امیدی و حسرت — کسے بیاں ہیں مری داستاں نہیں معلوم
نہ بادباں ہے نہ ساحل کہاں ڈبوئے گی — تجھے یہ کشتیٔ عمرِ رواں نہیں معلوم
خلاف رہتا ہے کم بخت راست بازوں کے — یہ کج روی پہ ہے کیوں آسماں نہیں معلوم
خدا کی شان اگر ہیں شیخ و برہمن دعوے — خدا کے کب سے ہیں رازداں نہیں معلوم
چمن کو چھوڑ کے جھوٹے ہیں جو نوا سنجِ چمن — انہیں ذرا خبرِ آشیاں نہیں معلوم
وہاں باغ ہیں رہا ہیں اب بھی مرشدِ کامل — سمجھتے کیوں نہیں اہلِ جہاں نہیں معلوم
ہمیشہ ایک سی رونق ہے اپنے گلشن میں — یہاں تو فرقِ بہار و خزاں نہیں معلوم

پڑے ہیں اہلِ چمن شاد خوابِ غفلت میں
کدھر کو ہے نظرِ باغباں نہیں معلوم

سنہ ۲۰	ردیف نون	شہ ۵

نور خدا عیاں ہے گرو کے جمال میں
جنت ضرور ہے قدم ذوالجلال میں

آسکے نہ جو کسی کے بھی وہم و خیال میں
اتنی دیا بھری ہے ہمارے دیال میں

جھڑنے سے سچے دل کے خطا سب معاف ہیں
امرت کی بوند ہے عرقِ انفعال میں

ہم جس "پلین" کے ہیں وہ کچھ اور چیز ہے
دنیا پھنسی ہوئی ہے عروج و زوال میں

کیوں کر کریں گے شیخ و برہمن تلاشِ یار
جب سر پٹک رہے ہیں یہ اِدھ محال میں

رہتے ہیں ذی شعور ہی محتاط و ہوشیار
فتنہ ہے دل فریب زمانہ کی چال میں

۲۱	توقول و حکم مرشد کامل پہ شاد چل کیوں وقت کھو رہا ہے جواب و سوال میں	۹

نگاہِ مرشدِ کامل ہو - میں ہوں
مری آسان ہر مشکل ہو - میں ہوں

نہ تھکے ہرگز نہ پائے شوقِ شیدا
مرا دل جادۂ منزل ہو میں ہوں

چلے یوں بزم میں جامِ محبت
جدھر وہ ساقیِ محفل ہو میں ہوں

نگاہِ لطف ہو مجھ پر تمہاری
تمہارے پاس میرا دل ہو میں ہوں

تمہاری مہر ہو سینۂ دل ہر دم
کہ آساں میری ہر مشکل ہو میں ہوں

گزاروں پاک قدموں میں ہمیشہ
ذرا تو خاطرِ بسمل ہو میں ہوں

بنوں مجنوں نہ چھوڑوں یادِ لیلیٰ
جدھر جلوہ نما محمل ہو میں ہوں

بھلا دوں فکرِ ماضی اپنے دل سے — خیالِ راہِ مستقبل ہو۔ میں ہوں

۶ء	یوں ہی پڑھتا رہوں اشعار اے شاد ہمیشہ یہ بھری محفل ہو۔ میں ہوں	۲۲ء

کس بات کی جہاں میں وہ آرزو کریں — جن پہ نگاہِ لطف و کرم دست گرد کریں
پوری ہو اُن کی آرزو۔ مرشد ملے جنھیں — مرشد ملے ضرور اگر جستجو کریں
اے کاش اپنے دل میں حسرت ہے کوئی — گر آرزو کریں تو تری آرزو کریں
خوش گوئی کا جہان میں ہوئی جنھیں ہو آج — وہ تیرے سامنے تو ذرا گفتگو کریں
مجوب و منفعل ہیں بہت ہم گناہ سے — کس منہ سے اپنی آنکھ ترے روبرو کریں
موجود جب وہ خود ہی ہوا ہے قریبِ دل — کیوں ہم تلاشِ یار بھلا کو بہ کو کریں

۱۱ء	اے شاد کچھ سنبھل کے چلیں ہم جہان میں برباد اپنی عمر نہ یوں لغو کریں	۲۳ء

بے چین و مضطرب ہوں بہت ہجرِ یار میں — بجلی بھری ہوئی ہے دلِ بے قرار میں
گُل ہیں کشادہ چشم ترے انتظار میں — کیا دیر ہے؟ کھلا دے شگوفہ بہار میں
تولا کہ چھپ کے چھپنے کی کوشش فضول ہے — پہچان لیں گے اہلِ نظر تو ہزار میں
دل میں صدائے غیب نے جو کہنا کر دیا — گویا گرج ہے شیرِ ببر کی کچھار میں
ہٹ اے خیالِ خام، سمجھ تو نہ پیچھے نا — آنکھیں لگی ہیں جلوۂ دیدارِ یار میں
میں مانتا ہوں وصل میں حائل ہے تیری یاد — جو لطف مل رہا ہے مجھے انتظار میں
ترچھی نظر ہی سے مجھے اک بار دیکھ لو — ارمان لاکھ ہیں دلِ امیدوار میں
ہر دل میں تو بسا ہے نئی آن بان سے — چھپنے پہ بھی تو دھوم ہے شہر و دیار میں

تیرا خیال وحشت نہ ہو یہ محال ہے — خود ہی سما گیا ہوں میں تصویرِ یار میں
تیرے مقابلہ میں کوئی ہو مجال کیا — بیّن ہے فرق پیادہ میں اور شہسوار میں

اے شاد دل پہ جبر کروں بھی تو کس طرح
صبر و شکیب کب ہے مرے اختیار میں

۲۴ه	در صنعت توشیح ہر دو مصرعہ	۱۳ه

ص	صور پھونکا ہے واہ کرتا ہوں	میں تجھی پر نگاہ کرتا ہوں	م
ا	آپ کا حسن اے جزاک اللہ	ہر گھڑی واہ واہ کرتا ہوں	ہ
ح	حاصلِ زندگی تو ہی تو ہے	تا ابد یوں نباہ کرتا ہوں	ت
ب	بھول کر تو نے مجھ کو چھوڑ دیا	ہجر میں آہ آہ کرتا ہوں	ہ
ج	جان تجھ پر نثار ہے دانا!	جان سے بڑھ کے چاہ کرتا ہوں	ج
ی	یہی حسرت ہے تو ہے دل میں	یاد شام و پگاہ کرتا ہوں	ی
م	مجھ پہ کیوں کر! رہا کرم تیرا	میں تو ہر دم گناہ کرتا ہوں	م
ہ	ہاں بھروسہ تری دیا کا ہے	ہر گھڑی یوں گناہ کرتا ہوں	ہ
ا	آنکھ وہ پھیر دل کے بیٹھے ہیں	اب نئی رسم و راہ کرتا ہوں	ا
ر	روز و شب تیری یاد ہے دل میں	رات دن تیری چاہ کرتا ہوں	ر
ا	اب بھلا کس طرح تجھے دیکھوں	آنکھ تو فرشِ راہ کرتا ہوں	ا
ج	جلوۂ خاص دل میں کھبتا ہے	جب بھی تجھ پر نگاہ کرتا ہوں	ج

شاد مندر میں بت بسا ہے نیا
حالِ دل کیوں تباہ کرتا ہوں

تو جو مل جائے تو پھر کچھ مجھے درکار نہیں
تیرا ملنا بھی کرم سے ترے دشوار نہیں

یار "خاموش" ہے سرگرمیٔ گفتار نہیں
غیر کہتے ہیں کہ گویا دہن یار نہیں

تو ہی کہہ دے کہ کہوں کس سے میں اپنی حالت
آج دنیا میں کوئی محرم اسرار نہیں

ذی نظر جتنے ہیں سب کو ترا شیدا دیکھا
کون دنیا میں ترا طالب دیدار نہیں

سر وہ بیکار ہے جس میں نہ ہو سودا تیرا
دل ہے پتھر جو ترے عشق میں سرشار نہیں

طالبِ دید بہت بیٹھے ہیں تیرے در پہ
خالی از رحم کبھی بھی تری سرکار نہیں

یار نا راض ہو "خاموش" ہو چاہے جو ہو
دامن یار کو میں چھوڑ دوں گا زنہار نہیں

۵۶ء	شاد سے کہہ دو کہ خاموش رہے کچھ نہ کہے حالتِ عشق کبھی قابلِ اظہار نہیں	۲۶ء

کچھ اتنا برا بھی نہیں، اچھا تو نہیں ہوں
مرکز سے بچھڑ جاؤں میں ایسا تو نہیں ہوں

بہکا کے چھڑا دے کوئی تم سے یہ غلط ہے
انسان ہوں آخر سگ دنیا تو نہیں ہوں

دیدار دکھا دو مجھے غش آئے تو آئے
شیدا ہوں تمہارا کوئی موسیٰ تو نہیں ہوں

آنکھوں میں مری ہو بہو "صاحب" کا ہے نقشا
میں دیکھ رہا ہوں تمہیں اندھا تو نہیں ہوں

۵۷ء	ممکن نہیں بھٹکائے کوئی راہ سے اے شاد وہ ساتھ ہے ہر وقت میں تنہا تو نہیں ہوں	۲۷ء

کتنی کشش ہے دلربا نغمۂ دل نواز میں
آتے ہیں کھنچ کے اہلِ دل محفلِ سوز و ساز میں

حق کی یہ سب حقیقتیں بند تعینِ خاص راز میں
آنکھیں کھلیں تو یہ کھلا کچھ نہ رہا مجاز میں

تیری صدا پہ ہیں فدا بزم میں جتنے ہیں خوش نوا
جتنے ہیں بے نیاز ہیں۔ انجمنِ نیاز میں

تیرے قدم خدا قسم چین کے وہ تر گئے
بگڑے ہوئے سدھر گئے صحبتِ پاکباز میں

فوٹو ترا جو دیکھ لوں سجدہ میں گر پڑوں
ہوتی ہیں بت پرستیاں روز مری نماز میں

آنکھوں کو تاکتا رہوں ہونٹوں کی دھن سنا کروں
لاگ بنی ہے مرے سوز میں تیرے ساز میں

۱۳ھ	روزِ ازل سے دور تھا واسطہ ہے قریب کا شاد نیاز مند ہوں۔ رشتہ ہے نیاز میں	۲۸ء

آنکھوں کے واسطے سے پیغامِ آرزو ہوں
چپ ہوں مگر ہیں پھر بھی مصروفِ گفتگو ہوں

میں آرزو مجسم اے جانِ آرزو ہوں
تو میرے روبرو ہو میں تیرے روبرو ہوں

یہ شوق ہے ازل سے جلوہ کسی کا دیکھوں
محوِ تلاش ہر دم مصروفِ جستجو ہوں

صحرائے عشق اتنا پرکیف میں نے پایا
دیوانہ پن نہیں ہے اب خود صدائے ہو ہو ہوں

ہاں اے امامِ فطرت دو رکعتیں پڑھا دے
بہرِ نماز میں بھی استادہ با وضو ہوں

سجدہ ہو میرا ایسا قدموں سے سر نہ اٹھے
تو مجھ سے ہم بغل ہو میں تجھ سے ہم گلو ہوں

خاموشیاں ہیں اب تک ہلتا نہیں ہے لب
ناز و نیاز کب تک مشتاقِ گفتگو ہوں

فطرت کے گلستاں سے ہے واسطہ ہمارا
تو غنچۂ چمن ہے میں تیرا رنگ و بو ہوں

اس میری بیخودی نے ساری خودی کو کھویا
اب میں تو میں نہیں ہوں در اصل تو ہی تو ہوں

یہ کیسی بے رخی ہے پابندِ عشق ہوں میں
کیوں تیرے آستاں پر ناکام آرزو ہوں

اللہ رے ذوقِ الفت۔ اللہ ری طبیعت
یاروں کے یار سب ہیں میں بندۂ عدو ہوں

کیوں کر کہوں میں کیا ہوں یہ میری حیثیت ہے
اک ماس کا ہوں لوندا دو بوند میں لہو ہوں

چرچا مرے سخن کا گھر گھر میں ہو رہا ہے
شاعر ہوں شاد لیکن رسوا ابھی کو بہ کو ہوں

۲۹ع	۵ش

کیوں کر کہوں ان آنکھوں سے کیا دیکھ رہا ہوں
انسان کے پردہ میں خدا دیکھ رہا ہوں
ممکن نہیں سمجھیں تجھے دُنیا کے یہ بندے
اوروں کی سمجھ سے میں سوا دیکھ رہا ہوں
اب کیا ہو تجسُس کہ تجھے دیکھ لیا ہے
پردے میں ترے نورِ خدا دیکھ رہا ہوں
کوتاہ نظر سمجھے نہ ست سنگ کی باتیں
ہاں میں تو ترقّی پہ سوا دیکھ رہا ہوں
اے کاش سبھی میری نظر سے اسے دیکھیں
ست سنگ میں دُنیا کا بھلا دیکھ رہا ہوں
"حرفت" ہی سے ہوتی ہے زمانے میں ترقّی
"صنعت" میں حکومت کا مزا دیکھ رہا ہوں

۳۰ع	من دانم و دانند دلی من شاد یہ سچ ہے مشکل ہے یہ کہنا کہ میں کیا دیکھ رہا ہوں	۵۱۱

کون کہتا ہے کہ اس عشق میں تنہا ہوں میں
مجھ سے پوچھو تو خیالات کی دُنیا ہوں میں
فرقتِ یار میں اس دھوم سے رویا ہوں میں
دیکھنے والوں نے یہ سمجھا کہ دریا ہوں میں

پہلے میں محوِ تماشا تھا ترے جلوے کا
کیا تماشا ہے کہ اب خود ہی تماشا ہوں میں
کیا کروں! کیا نہ کروں!! ہیں تجھے کیوں کر دیکھوں؟
در پہ مدت سے اسی فکر میں بیٹھا ہوں میں
عرصۂ حشر سے اب اور کہاں جاؤں گا
اُن سے کہہ دو کشش وعدۂ فردا ہوں میں
وہ مجھے دیکھے نہ دیکھے اسے میں تو دیکھوں
درِ جاناں پر اس اُمید میں آیا ہوں میں
شکر ہے آپ نے پوچھا تو سہی میرا مزاج
بات پوچھی ہے تو کیا شک ہے کہ اچھا ہوں میں
کوئی شیدا ہے خدا پر کوئی بت پر مائل
میری دنیا ہی الگ ہے کہ تمہارا ہوں میں
خوفِ محشر کا نہیں فکر گناہوں کی نہیں
مجھ سے کہتا ہے کوئی بخشنے والا ہوں میں
میں ہوں پابندِ علایق ہو کرم کی بخشش
تو ہے معبودِ خلایق۔ ترا بندا ہوں میں
میرے دل میں جو تمنا تھی وہ گھٹ گھٹ کے مٹی
شادؔ وجہ یہ ہے کہ اب خود ہی تمنا ہوں میں

۳۱ء ۱۵ھ

اے دل ذرا دکھا دے رنگینیاں جہاں میں
کیا کچھ کمی لہو کی ہے چشمِ گل فشاں میں
"باغِ دیال" کی بُو ہے گلشنِ جناں میں
کچھ فرق ہی نہیں ہے بے شک یہاں وہاں میں
جلوہ فگن ہے لیکن پوشیدہ لامکاں میں
فرشِ زمیں پہ میں ہوں تو ہے کہاں! کہاں میں
حالِ غمِ جدائی کیوں کر کروں بیاں میں
دردِ نہاں دکھا دوں کیا عالمِ عیاں میں
بچھڑا ہوا ہوں لیکن شامل ہوں کارواں میں
منزل سے دُور تھک کر بیٹھا ہوں رائیگاں میں
کس درجہ دلکشی ہے الفت کی داستاں میں
تیرے بیاں سے رونق آئی مرے بیاں میں
یہ ایک ہی ازل سے دیرینہ ہے تعلق
میرے جبین و سر میں اور تیرے آستاں میں
مجھ سے مری کہانی جس نے سنی وہ رویا
رقّت ہے کس بلا کی کم بخت داستاں میں
دل میں جگر میں سر میں "صاحب" بسے ہوئے ہوں
دیکھوں انھیں کو ہر سو ڈالوں نظر جہاں میں

جو نور طور پر تھا وہ اب بھی دُور کب ہے
بجلی سی کوندتی ہے دل ہائے عاشقاں میں
پر مارتھی بھی ہم ہیں اور سوارتھی بھی ہم ہیں
ست سنگ کا ہے چرچا پھیلا ہوا جہاں میں
"صنعت" سے کیوں نہ آخر بھارت کو ہم جگائیں
حبِّ وطن ہے ہم میں رہتا بھی ہے جہاں میں
احکام پر چلیں گے ہرگز نہ ہم ٹلیں گے
ممکن نہیں کمی ہو کچھ کوششِ رواں میں
ست گورو کو چھوڑ بیٹھا من کو دنے یہ نہ سوچا
مر جاؤں گا کسی دن بے نام و بے نشاں میں

سنہ	فرمائشی غزل ہے عجلت میں لکھ رہا ہوں دربارِ عالیہ کا ہوں شاد شعر خواں میں	۳۲ء

تیری مستانہ نگاہوں میں وہ رس پاتا ہوں
بے پیے نشہ میں مدہوش ہوا جاتا ہوں
ہرِ سجدہ یہ جبیں ناز سے اٹھلاتی ہے
سر کے بل کوچۂ دلدار میں جب جاتا ہوں
دُور منزل ہے مگر جوشِ عقیدت کے نثار
حدِّ امکاں سے بھی میں آگے بڑھا جاتا ہوں
رونقِ بزم! مری اتنی تسلّی کر دے

بس یہ کہہ دے کہ تجھے میں ابھی بلواتا ہوں

کون جانے کہ تجھے سمجھا ہے کس نے کیا کیا
میں تو اوروں کی سمجھ سے بھی سوا پاتا ہوں

وائے ناکامیٔ اُلفت کہ ستائے فرقت
خونِ دل پیتا ہوں اور لختِ جگر کھاتا ہوں

اس قدر یاد ہے بس یاد کیا تھا تم نے
کیا خبر کون ہوں میں اور کہاں جاتا ہوں

ایک دُنیا مری بس جاتی ہے دُنیا سے الگ
دل میں جس وقت ترا دھیان ذرا لاتا ہوں

تیری رحمت کے بھروسہ پہ ہوں اب تک زندہ
ورنہ افعال پہ میں آپ ہی شرماتا ہوں

۵۹	طور پر کس لئے موسیٰ کو غش آیا اے شاد میں تو اس جلوہ سے معمور جہاں پاتا ہوں	۱۹۲۳ء

خیالاتِ جنونِ عشق جن کے دل میں رہتے ہیں
وہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں بڑی مشکل میں رہتے ہیں

تصور کا بھلا ہو اپنی منزل اپنے دل میں ہے
خدا کا شکر ہے ہر وقت ہم منزل میں رہتے ہیں

خدا شاہد ہے جام و مے سے کچھ مطلب نہیں لیکن
جہاں سب جھومتے ہیں ہم اسی محفل میں رہتے ہیں

نظر کے روبرو وہ خود نہیں آتے نہیں آتے
مگر جلوے کسی کے کیا کہیں محمل میں رہتے ہیں

وہی مے کش ہیں اب بھی اور وہی سرمستیاں باقی
قدیمی رنگ اے ساقی تری محفل میں رہتے ہیں

بہ اندازِ خیال و شوق وہ آنکھوں میں ہیں ہر دم
بہ قدرِ خواہشِ دل وہ ہمارے دل میں رہتے ہیں

ہر اک ارمان میں پنہاں ہیں لاکھوں معنیٔ پیہم
بہت ارمان ہیں جو اس دلِ سائل میں رہتے ہیں

تمہیں سر میں بسے ہو اور تمہیں آنکھوں میں ہو ہر دم
ہزاروں سجدۂ محفوظ میرے دل میں رہتے ہیں

۵۸	جسے اک بار دیکھا شادؔ بیڑا پار کر ڈالا عجب سامان نگاہِ مرشدِ کامل میں رہتے ہیں	۳۴ء

جی لبھانے کا ہے انداز نئے پیارے ہیں
چھین لیتا ہے یہ دل ایک ہی نظارے میں

رُوئے پُرنور سے تیرے ہے عیاں خاص جلال
نہ چمک چاند میں ایسی نہ وہ تارے میں

تیری ہر بات میں ہے ذائقہ قند و نبات
وہ حلاوت کبھی پائی نہ شکر پارے میں

سُن کے آواز چلا آئے زمانہ سارا
چوٹ پڑ جائے جو ست سنگ کے نقارے میں

۵۹	ہم سے کرنی تو نہیں بنتی ہے کچھ بھی اے شادؔ مال اُڑانے کو چلے آتے ہیں بھنڈارے میں	۳۵ء

بے شک گناہ گار ہوں تقصیر وار ہوں
پھر بھی یہ فخر ہے کہ ترا خاکسار ہوں

میری طرف نہ دیکھ تو اپنے کرم کو دیکھ — اعمال سے میں اپنے بہت شرمسار ہوں
بادِ خزاں کے جھونکوں نے پژمردہ کردیا — گلہائے داغ کھلنے سے میں تو بہار ہوں
گردابِ دو جہاں میں ہے کشتی پھنسی ہوئی — اے ناخدائے خاص مدد کر کہ پار ہوں
اچھا ہوں یا بُرا ہوں میں کچھ بھی سہی مگر — اے ذاتِ بے نیاز ترا خاکسار ہوں
تو ہی مدد کرے تو مرا بیڑا پار ہو — اب تو اسی خیال سے زار و نزار ہوں
بھرپور ہاتھ اپنی دیا کا اُٹھائیے — ہر شخص کہہ رہا ہے کہ اُمیدوار ہوں
نردیپ میں حضور نے درشن دیئے ہیں آپ — میں تو فدائے صنعتِ پروردگار ہوں

۵ٹ	اے شاد میں حضور کا ہوں مدح خوانِ خاص حیرت نہیں جو شاعرِ جادو نگار ہوں	۳۶ے

دھیان میں آپ کا دیدار کیا کرتے ہیں — ہم تصور ہی میں ہر وقت رہا کرتے ہیں
دل بہل جاتا ہے یونہی اب میں گہے گاہے — وہ کہا کرتے ہیں ہم بات سُنا کرتے ہیں
میرے داتا کا بھلا شکر ادا ہو کیوں کر — جو گنہگار کو بھی رزق عطا کرتے ہیں
اپنی رحمت سے وہ بخشے گا ہمیں محشر میں — اسی اُمید پہ ہم روز خطا کرتے ہیں
زندگانی میں نہ کچھ کار نکو بن آیا — یادِ اعمال کی اب وقتِ قضا کرتے ہیں
اپنے مرنے پہ مجھے رشک نہ ہو خود کیوں کر — مغفرت کے لئے دشمن بھی دعا کرتے ہیں

۵ٹ	جوشِ عصیاں میں کٹی ساری جوانی اے شاد اب بڑھاپے میں بھی کب یادِ خدا کرتے ہیں	۳۷ے

نہ ہوں سرشار پھر کیوں اور بھی سرشار ہولی میں
پلائے جا رہا ہے خم پہ خم جب یار ہولی میں

وہ قسمت ور ہیں جو دیکھیں جمالِ یار ہولی میں
فزائے رُوح ہے یہ جلوۂ دیدار ہولی میں

جو دُور اندیش ہوتے حاسدانِ دہر کیوں جلتے
بظاہر خوش مگر دراصل ہیں بیزار ہولی میں

جلیں گے دیکھ کر بھگتوں کو رنگِ وحدتِ حق میں
جلیں گے حاسدوں میں جُوت اور بیزار ہولی میں

چلو ست سنگیو "صاحب" کے ہاتھوں رنگ میں بھیگو
دماغ و رُوح و دل ہو جائیں گے بیدار ہولی میں

گلال و رنگ سے چہرہ طبق روشن ہوئے ہم پہ
کھلے پچکاریوں سے قدرتی اسرار ہولی میں

۳۵۷	یونہی قائم رہے یہ بزمِ وحدت تا ابد یا رب یونہی پڑھتا رہے یہ شادؔ بھی اشعار ہولی میں	۵ے

دل میں ہمارے خواہش و شوقِ بقا نہیں
ہم تو فنا ہیں تجھ میں کہ جس میں فنا نہیں

جس میں نہ عشقِ مرشدِ کامل ہوا کبھی
کیا خاک زندگی ہے وہ اس میں مزا نہیں

تیری شرن میں آ کے تیرے جائیں اب کہاں
شکوہ تجھی سے ہوگا کسی کا گلا نہیں

میں تو مریضِ اُلفتِ مرشد ہوں اے طبیب
جا تیرے پاس میرے مرض کی دوا نہیں

فردوس سے سوا ہے ہوائے دیالِ باغ
جس میں کہیں خزاں ہو یہاں وہ فضا نہیں

"صاحب" کی مہر کا ہو بیاں کس زباں سے
کس کی نہیں سنبھال ہے کس پر دیا کریں

اے شادؔ جس میں کچھ نہ ہو ست گورکا ذکرِ خیر
حق تو یہ ہے وہ شعر کسی کام کا نہیں

۳۹ — ۵۴

نگاہِ لطف و کرم کا اُمیدوار ہوں میں
ہزار جان سے اے جان نثار ہوں میں

گناہ گار ہوں بے شک گناہ گار ہوں میں
نگاہِ مہر کا لیکن اُمیدوار ہوں میں

دیال تم ہو۔ تمہاری دیا ذرا ہو جائے
خزاں کے دور میں آیا ہوں وہ بہار ہوں میں

یہ میں نے مانا کہ "کرنی" میں کچھ نہیں کرتا
مگر تمہاری دیا کا اُمیدوار ہوں میں

تمہیں دیا نہ کرو گے تو آسرا کس کا
نظر اُٹھاؤ اِدھر کو کہ آج پار ہوں میں

"دیال باغ" میں آیا ہوں سر جھکائے ہوئے
"دیال دیش" کا "صاحب" اُمیدوار ہوں میں

رُلاؤ چاہے ہنساؤ تمہیں ہو مالکِ کُل
ابھی تو رنجِ زمانہ سے زار زار ہوں میں

لیا ہے چرنوں میں تم نے تو پار بھی کر دو
تفکراتِ جہاں سے ذلیل و خوار ہوں میں

تمہارے ہاتھ ہے شرناگتوں کی لاج حضور!
تمہاری مہر کا ہر دم اُمیدوار ہوں میں

میں کوئی چیز نہیں ہوں مگر غنیمت ہے
دیال باغ کا اک بلبلِ ہزار ہوں میں

یہ سچ ہے شاد کہ سیوا ذرا نہیں بنتی
خود اپنے کرموں سے ہر وقت شرمسار ہوں میں

۴۰ — ۵۵

عیشِ دل عشرتِ دماغ نہیں
اس جہاں میں کہیں فراغ نہیں

دل ہے خود داغ۔ دل میں داغ نہیں
کوئی ایسا شگفتہ باغ نہیں

گام زن کیا ہوں راہِ منزل میں
راہ بر کا اگر سراغ نہیں

ہم سمجھتے ہیں جیسی جنت ہے
ہاں نظیرِ دیال باغ نہیں

جب سے تیرا پتہ ملا ہے مجھے
میرا ملتا کہیں دماغ نہیں

داغِ دل سے ہے سارا گھر روشن
بجھنے والا تو یہ چراغ نہیں

تیری آنکھوں کا کیف دیکھا ہے حسرتِ بادہ و ایاغ نہیں		
۴۱ء	شادؔ وصفِ حضور کیا لکھے یہ کسی کا دل و دماغ نہیں	۵۹ء

خواہشِ انقلاب ہے عرصۂ کائنات میں
کاش ہو جنگِ زرگری رزم گہہ حیات میں

تیری ہی ذاتِ پاک ہو میرے تخیلات میں
تیرے سوا دکھائی دے کوئی نہ شش جہات میں

کوئی کہے تو کیا کہے سب کی زبان گنگ ہے
وصف ترا بیان ہو یہ نہیں ممکنات میں

میرے گناہ کو نہ دیکھ - اپنی عطا پہ کر نظر
بخشش و رحمت و کرم یہ ہیں تری صفات میں

باغ میں گُل ہے - گُل میں بُو - بُو میں ظہور یار کا
سارے جہاں کی روح ہے خاص اُسی کے ہات میں

شوقِ طلب کے ساتھ ساتھ ذوقِ طلب ہے لازمی
حسنِ طلب کے ڈھنگ ہوں طالبِ التفات میں

کہنے کو گو وہ چھپ رہے پھر بھی نظر ملا گئے
راز ہزار کھل گئے آنکھ کی ایک بات میں

سب کو فنا ہے ایک دن کس کو بقا نصیب ہو
شانِ جہاں ہے منسلک ایک اُسی کی ذات میں

شاد جہاں سے منہ کو موڑ۔ دامن مرشدی نہ چھوڑ
ہوش میں آ سنبھل کے چل موت لگی ہے گھات میں

۵۹	ردیف واو	ع ۴۲

گلِ اُمید سے دامن کو بھر دو — ہمارا آج بیڑا پار کر دو
سُرت اوپر چڑھے دُھر دھام پہونچے — کرے پرواز ایسے بال و پر دو
جسے پی کر بھی مدہوش ہو جائیں — وہ ساغر بادۂ گلگوں سے بھر دو
ہمارا گھر ہے تیری دونوں آنکھیں — کسی کا ایک ہے اور اپنے گھر دو
انھیں نظروں میں اک امرت بھرا ہے — نظر۔ نظروں پہ اے اہلِ نظر دو
بڑھاتے ہیں کبھی پر دستِ اقدس — تمنائی ہوں میں بھی کچھ ادھر دو
وہاں اک آہ بھی اب تک نہ پہونچی — تڑپتے ہیں یہاں دل اور جگر دو
چلیں تو نیائے دوں سے عافیت میں — یہ مژدہ سب کو اب بہرِ سفر دو

۵۵	دیا "صاحب" کی ہو گی سب پہ اے شاد یہ کل ست سنگیوں کو تم خبر دو	ع ۴۳

کرم گستر و بندہ پرور تمہیں ہو — دلِ آرام۔ دل دار۔ دلبر تمہیں ہو
میں چاہوں تمہارے سوا اور کس کو — کہ دنیا میں دنیا سے بڑھ کر تمہیں ہو
ہے عالم کو وابستہ اُمید تم سے — کہ ہادی تمہیں اور رہبر تمہیں ہو
مجھے فکرِ دوزخ۔ نہ خوفِ قیامت — مرے شافعِ روزِ محشر تمہیں ہو

تمہیں شاد لکھ کر غزل کیا سنائے
کہ نظمِ جہاں کے سخن ور تمہیں ہو

۴۴ | ۱۳ ۵

"آنند" کے "سروپ" ہو۔ ست گور دیال ہو
سنتوں میں بے نظیر ہو تم بے مثال ہو

ہو مالکِ حقیقی کے اوتار واقعی
سب کو یہاں زوال ہے تم لازوال ہو

وہ راز تو بتاؤ کہ تم سے جدا نہ ہوں
کیوں کر تمہیں سے وصل تمہیں وصال ہو

گر ہو نگاہِ مہر تو پھر بیڑا پار ہے
ہو جس پہ التفات وہی بے مثال ہو

ہر دم تمہارے نام کا سمرن کیا کروں
دل میں تمہاری یاد۔ تمہارا خیال ہو

ہے "رادھا سوامی" نام تمہارا عجیب نام
جو کوئی بھی سمرلے وہ چھن میں نہال ہو

جب مہر ہو گئی۔ وہیں دکھ دور ہو گئے
جس پر ہو تم دیال اُسے کیا ملال ہو

دنیا کے جال میں یونہی کب تک پھنسا رہوں
اس دین کی بھی اب تو دیالو سنبھال ہو

پاپی سہی مگر میں تمہاری شرن میں ہوں
آخر تمہیں ترا ؤ گے چاہے محال ہو

شہر نا گتوں کی لاج تو رکھتے ہی ہیں حضور
پھر میرے واسطے ابھی کیوں ڈھیل ڈھال ہو
تم سے نہیں تو کس سے گذارش کروں بھلا
"صاحب" تمہیں جہان میں سرتھ دیال ہو
مجھ کو گناہ کرنے میں حاصل ہے اک کمال
لیکن معاف کرنے میں تم باکمال ہو

۲۵ء	ہے شاد پائمالِ زمانہ حضور آج یہ بھی تمہارے فیضِ قدم سے نہال ہو	۱۱ء

غریب و بےنوا کے واسطے حاجت روا تم ہو
مجسم مہربانی و کرم لطف و عطا تم ہو
اجازت ہو تو صاف الفاظ میں کہہ دوں کہ کیا تم ہو
بہ ظاہر آدمی لیکن حقیقت میں خدا تم ہو
تمہارا راز کیا ہے بھید کیا ہے کوئی کیا جانے
کسی کو کیا خبر ہے خود تمہیں جانو کہ کیا تم ہو
بہت سوچا بہت سمجھا مگر کچھ بھی نہیں جانا
زمانہ جو سمجھتا ہے کہیں اس سے سوا تم ہو
تسلی و شفا ہوتی ہے تم کو دیکھ لینے سے
مریضِ دردِ فرقت کے لئے بے شک دوا تم ہو
جلا لو اپنی کرپا سے کہ ہم بن آئی مرتے ہیں

ہماری زندگی ہو۔ کال کی لیکن قضا تم ہو
جو شرناگت ہوا۔ بیڑا اُسی کا پار کر ڈالا
فدا ہیں بھگت تم پر اور بھگتوں پر فدا تم ہو
کسی کا مرکزِ اُمید کچھ ہو، ہم سے کیا مطلب؟
ہمارے مقتدا تم ہو۔ ہمارے پیشوا تم ہو
یہ خواہش ہے کہ ہم تم سے تمہیں کو مانگ لیں "صاحب"
ہماری آرزو تم ہو۔ ہمارا مدعا تم ہو
تمہیں ہو گلشنِ توحید کے بے شک گلِ رنگیں
ہمارا بے خزاں دایم ہے جس میں وہ فضا تم ہو

۴۶	تماشا شاؔد دیکھے بھی جو دُنیا میں تو کیا دیکھے کہ اُس کے چشم و دل میں تو فقط جلوہ نما تم ہو	شاؔد

دل میں مرے خیال ترا صبح و شام ہو
تیری خدائی سے نہ ہو ہاں تجھ سے کام ہو
مستِ الست بن کے رہوں تیری یاد میں
ہر وقت لب پہ بادۂ عرفاں کا جام ہو
دیکھوں جدھر۔ اُدھر تو ہی آئے مجھے نظر
میری نگاہ میں ترا جلوہ مدام ہو
جب تاب ہو نہ تیری تجلّی کے دید کی
پھر کوئی کوہِ طور پہ کیا ہم کلام ہو

اے کاشش! تو مکین ہو ہر دو مکان کا
آنکھوں میں ہو مقام تو دل میں قیام ہو

وہ راز کیا ہے جس سے ہو دیدار ذات دل
کس طرح تجھ سے روز سلام و پیام ہو

تو اک نگاہ رحمت عالی سے دیکھ لے
میرا تو آج کام ہو اور تیرا نام ہو

بعدِ وصال .. وصل کا لطف آئے گا ضرور
اے کاشش تیرے ہجر میں جینا حرام ہو

مر کر بھی تجھ کو پاؤں تو سمجھوں کہ جی گیا
قصّہ بہ خیر تیرے کرم سے تمام ہو

حسرت یہ ہے نہ دل سے بھلاؤں کبھی تجھے
ہنگامِ نزع ورد زباں تیرا نام ہو

چاہے گدا ہو شاہ سے بڑھ کر ہے خوش نصیب
جو تیرے در کا اے شہِ عالم غلام ہو

ہر وقت سجدہ گاہ میں گردن جھکی رہے
ہر بار خواب میں بھی تجھی کو سلام ہو

مدّت کے بعد آج چلا ہے ہمیں سراغ
حیرت ہے نزدِ چشم کسی کا مقام ہو

دیر و حرم میں تیرے ہی جلوے ہیں آشکار

کیوں نہ ہر اک جگہ نہ ترا احترام ہو
محروم ہو نہ عشق کی دولت سے کوئی بھی
تیری طرف سے یہ بھی ذرا فیض عام ہو
بے خود رہوں خیال میں۔ آنکھیں لڑی رہیں
رشتہ تری نگاہ سے میرا مدام ہو

۱۴ء	جب شاد تیری مدح میں ہو محو ہر گھڑی تو کیوں نہ پھر وہ شاعر شیریں کلام ہو	۱۴ھ

چمن میں شاخِ گل تم ہو۔ گلوں میں رنگ و بو تم ہو
یہاں تم ہو۔ وہاں تم ہو۔ جہاں میں چار سو تم ہو
کسی کی تم تمنّا ہو۔ کسی کی آرزو تم ہو
ازل کے روز سے سب کی تلاش و جستجو تم ہو
تمہیں کو چاہتا ہوں میں تمہیں کو مانگتا ہوں میں
خدا کا شکر ہے میری نظر کے روبرو تم ہو
مجھے صحرا نوردی و جنوں پر بھی بھروسہ ہے
مرے چاکِ گریباں کے لئے بے شک رفو تم ہو
تمہارا ذکر ہو لب پر تمہاری یاد ہو دل میں
ہمارا تذکرہ تم ہو۔ ہماری گفتگو تم ہو
تمہیں جو دیکھ لے کیوں کر نہ وہ حیران رہ جائے
کہ "صاحب" کی طرح تم صاف ہو آئینہ رو تم ہو

گنہگاروں کو روزِ پرسشِ اعمال کا ڈر ہے
مگر بے فکر ہیں ہم تو۔ ہمارے روبرو تم ہو

نمازِ پنج گانہ فرض کب ہے ہم مریدوں پر
کہ سب کے قبلہ و کعبہ ہو تم۔ خود قبلہ رو تم ہو

تمہارا ہو رہا ہے آج گرویدہ جہاں سارا
بڑے ہنس مکھ ہو داتا! خوش مزاج و نیک خو تم ہو

تمہیں سے زندگی ہے صنعت و حرفت کی دنیا میں
وطن کی جان اب تم ہو۔ وطن کا اب لہو تم ہو

ترقی پائے گی صنعت تمہاری سرپرستی میں
تمہارا نام ہوگا اب ہماری آبرو تم ہو

تمہارے مے کدہ میں پینے والا مست رہتا ہے
حقیقت ہے کہ خود کیفیتِ جام و سبو تم ہو

نہ چھوڑے شاد ہرگز بھی تمہارے پاک کو چہ کو
کہ تم ہو مرشدِ کامل جہاں میں ست گرو تم ہو

۵۹	ردیف یائے معروف	۱۲۸

آنکھ جب سے ترے جلوے کی تماشائی ہوئی
پھر رہی ہے نازسے پتلی بھی اترائی ہوئی

کس شہِ خوباں کا جلوہ خواب میں آیا نظر

مردمِ دیدہ پہ ہے کیسی خوشی چھائی ہوئی

آئینہ میں اپنی صورت دیکھ کر حیراں ہیں وہ
کیا تجلی ہے کہ خود اپنی تماشائی ہوئی

تو نے ٹھکرایا جسے وہ مُردہ دل بھی جی اُٹھا
تیرے صدقے! واہ کیا شانِ مسیحائی ہوئی

دیکھ اک بے خودی میں تیرے قدموں پر گرا
اس لئے خوش ہوں کہ نادانی میں دانائی ہوئی

کیا کہوں بارگہ سے اس قدر محجوب ہوں
کس طرح تجھ سے ملاؤں آنکھ شرمائی ہوئی

تیرے وعدوں سے بندھی اُمید دل میں ہر طرح
تیری باتوں سے مجھے حاصل شکیبائی ہوئی

فضلِ "صاحب" سے یقیناً سب کا بیڑا پار ہے
کیوں تمنا پھر رہی ہے دل میں گھبرائی ہوئی

۹۷	شعر خوانی کا ملا موقع تجھے دربار میں شکر کر اے شاد تیری عزت افزائی ہوئی	۴۹

تیرے مریض کی نہ کسی سے دوا ہوئی
چھانی ہزار خاک نہ ہرگز شفا ہوئی

بیڑا اسی کا پار ہوا۔ بھاگ کھل گئے
جس پر مرے حضور کی کچھ بھی دیا ہوئی

جیتا ہوں دیکھ دیکھ کے یہ رُشدِ پُر جلال
میری طرف سے واقعی دُنیا فنا ہوئی

جب تک نہ جانتا تھا مرا دل خموش تھا
اب تجھ کو دیکھ کر مری خواہش سوا ہوئی

دیر و حرم میں شیخ و برہمن مریض ہیں — بیٹھے ہزار سر نہ ذرا بھی شفا ہوئی
داتا[1] نے "رس" کی کھیر کھلائی ہے لاجواب — ہر اک غذا زبان پہ اب بے مزا ہوئی
"رس" سب کے من میں شاد بھرے "شکل" نے شکر
ست سنگیوں کی جونوں میں یہ التجا ہوئی

۵۰ء — ۵۹ء

کر چکا مدہوش سب کچھ اہتمام زندگی — ایک دن پھر بھی چھلکنے کو ہے جام زندگی
کر رہا ہے حشر تک کا انتظام زندگی — موت کو کیا بھول بیٹھا ہے غلام زندگی
"خاتمہ بالخیر" میں ہے زندگانی کا مزا — لطف ہے عزت سے گر ہو اختتام زندگی
عاقبت کے واسطے غافل ذرا سامان کر — عمر بھر ملتا ہے سب کو یہ پیام زندگی
بعد مردن ہے امید شربت دیدار یار — اس لئے مرنے سے خوش ہے تشنہ کام زندگی
وقت آخر اب سفر میں فکر زاد راہ ہے — لائی ہے پیغام صبح مرگ شام زندگی
خیر مقدم کے لئے تیار ہوں۔ آ جلد آ — اے خوشا! پہنچے تجھے دل سے پیام زندگی
جب چڑھا سولی پہ یوں ہنس کر کہا منصور نے — دار تو زینہ ہے یارب بہر بام زندگی

۵۱ء
ہو رہے ہیں شاد یہ سامان کرنے کے لئے
چند روزہ ہے زمانے میں قیام زندگی
۶۰ء

بلا امداد مرشد اکمل بے داری نہیں ملتی
مگر وہ پاک ہستی بھی بہ آسانی نہیں ملتی

[1] زراعت کے سلسلہ میں حضور صاحب جی مہاراج نے گنے کی کاشت کا انتظام فرمایا تھا اور قریب تین من رس کی کھیر بنوا کر ست سنگیوں میں تقسیم فرمائی تھی۔ یہ آغاز زراعت کے زمانہ کی بات ہے۔

یہ مانا مستند لیڈر "جواہر" ہیں سیاست میں
مگر اُن کی ہماری رائے روحانی نہیں ملتی

کبھی کپڑا نہیں ملتا کبھی روٹی نہیں ملتی
غضب ہے آج بھارت میں تن آسانی نہیں ملتی

غریبوں کی بھلا پرسش کہاں ایسے زمانے میں
کہ دولت مند بھی رونے لگے روٹی نہیں ملتی

اگر گندم نہیں ملتا تو جو پر ہی بسر کر لیں
مگر مشکل تو یہ ہے آج مکئی بھی نہیں ملتی

فقط خونِ جگر پر منحصر ہے ناشتہ اپنا
کریں کیا چائے بھی پینے کو اب کافی نہیں ملتی

ڈبل روٹی جو کھاتے ہیں وہ اب بھی عیش کرتے ہیں
خمیر اپنا نہ کیوں بگڑے ہمیں آدھی نہیں ملتی

نئی لائٹ کے بابو جی بھی بیٹھے ہیں اندھیرے میں
ہے کیروسین اُدھر غائب اِدھر بجلی نہیں ملتی

شکر کا ایسا توڑا ہو گیا ہے اس زمانے میں
کہ چکھنے کے لئے اک چیز بھی میٹھی نہیں ملتی

وہ کوئی اور ہیں جو پیٹ دونوں وقت بھرتے ہیں
بھلا تازی کا کیا کہنا؟ یہاں باسی نہیں ملتی

جو مل بھی جائے گی روٹی تو پھر رو کھی ہی کھا لیں گے

کہ اب پہلے سے زخموں پر کوئی بھاجی نہیں ملتی

کہاں جائیں کدھر بیٹھیں؟ نہ ریلیں ہیں نہ موٹر ہیں
نہ آنے کے نہ جانے کے۔ کوئی گاڑی نہیں ملتی

غلامی نے ہمارے دیش کو کچھ ایسا گھیرا ہے
کہ آزادی کے ملنے پر بھی آزادی نہیں ملتی

لڑائی۔ ہیضہ و طاعون۔ فساد و بلوہ۔ مہنگائی
جہاں میں موت سستی ہے مگر اچھی نہیں ملتی

یہ اُن کی عادتیں بدلی ہیں یا کچھ اور مطلب ہے
لبِ اعدا سے حیرت ہے کہ کیوں گالی نہیں ملتی

کبھی ہے قبض کا شکوہ کبھی سر درد کا رونا
کہ اب بابِ اجابت سے دعا تک بھی نہیں ملتی

۵۱۵	غزل کیا خاک لکھیں شاد کاغذ ہی نہیں ملتا کہاں کا کورا کاغذ آج تو ردّی نہیں ملتی	۵۲

خدا نے مجھ سے برگشتہ نگاہِ باغباں رکھ دی[۵]
مرے گلشن میں فصلِ گل بھی ہم رنگِ خزاں رکھ دی

رہِ شوق و تمنا میں وہ منزل بے نشاں رکھ دی
اثر کے نام پہ فطرت نے گردِ کارواں رکھ دی

---

۵ یہاں لفظ "کردی" کا التباس ہے۔

تمہیں نے دیکھنے کی آرزو دل میں نہاں رکھ دی
مگر ظاہر ہے خود چھپنے کی خواہش بھی عیاں رکھ دی

یہ کیسی بے قراری اے دلِ حسرت نشاں رکھ دی
نئی بے چینیوں میں لذّتِ سوزِ نہاں رکھ دی

ہزاروں جان دے دے کوئی جب مشکل سے ملتے ہو
تمہیں نے اپنے ملنے کے لئے قیمت گراں رکھ دی

نگاہِ شوق کی رنگینیاں اب بڑھ گئیں حد سے
مرے سینہ میں چنگاری یہاں رکھ دی وہاں رکھ دی

زبانِ کم سخن سے کچھ میں کہتا بھی تو کیا کہتا؟
مرے اشکوں نے بہہ کر سامنے کل داستاں رکھ دی

غمِ صیاد ہے۔ فکرِ خزاں ہے۔ خوفِ گل چیں ہے
مصیبت ساری دُنیا کی نصیبِ آشیاں رکھ دی

یہ ہے صیّاد کی منشا کہ جل کر خاک ہو جاؤں
دہکتی آگ یوں ظالم نے گردِ آشیاں رکھ دی

ستانے کے لئے تھی گردشِ صحنِ زمیں کافی
مری پھوٹی ہوئی تقدیر زیرِ آسماں رکھ دی

نہ میں تیرا۔ نہ تو میرا کسی کا کون پھر ہوتا
خدا نے بات رکھنے کو محبت درمیاں رکھ دی

زمیں کو اے فلک کیوں نت نئی آفت نے گھیرا ہے

وہ پہلی سی فضا تونے اُٹھا کر اب کہاں رکھ دی

میں دُنیا میں دو روزہ زندگی ہی سے پریشاں ہوں
جنابِ خضر کی قسمت میں عمرِ جاوداں رکھ دی

یہ مانا درد بھی ان کا مجھے آرام دیتا ہے
نہ کیوں دل میں مگر کچھ طاقتِ ضبطِ فغاں رکھ دی

۵۹	ہماری شاعری کا رنگ ہی اب تو نرالا ہے اُٹھا کر طاق پر اے شادؔ وہ طرزِ بیاں رکھ دی	۵۳

بسی ہے میری آنکھوں میں شباہت میرے مرشد کی
کہ ہے اللہ کی صورت۔ یہ صورت میرے مرشد کی

زمانے سے نرالی ہے شریعت میرے مرشد کی
کریں تقلید یارانِ طریقت میرے مرشد کی

فلک سے ہر ملک تصویرِ عالی دیکھ لیتا ہے
کیا کرتے ہیں آ آ کر زیارت میرے مرشد کی

جسے ست سنگ حاصل ہے وہی تو اہل قسمت ہے
مقدر ہو تو مل جاتی ہے صحبت میرے مرشد کی

سخاوت دیکھیئے۔ یہ دین و دُنیا بخش دیتے ہیں
خدا رکھے! کوئی دیکھے تو رحمت میرے مرشد کی

وہی دل اہلِ دل کے واسطے ہے قدر کے قابل
کہ جس دل میں سمائی ہے محبت میرے مرشد کی

قلم ہو یا زباں عاری ہیں دونوں اپنے رتبہ میں
نہیں ممکن بیاں ہو شان و شوکت میرے مرشد کی
براہ راست فطرت کی طرف سے ہے خبر گیری
نہ کیوں سرسبز ہو کشت و زراعت میرے مرشد کی

ھ	گدائے بے نوا اے شاد میں تو ہوں اسی در کا ازل سے مجھ پہ نازل ہے عنایت میرے مرشد کی	۵۴ء

موسیٰ جو دیکھ لیں کبھی صورت یہ نور کی — تو بھول جائیں بات وہ سب کوہِ طور کی
بیڑا اسی کا پار ہوا۔ ہو گئی نجات — جس پر پڑی نگاہِ کرم کچھ حضور کی
دیدار ست گرو سے وہیں صبر آ گیا — جاتی رہی تڑپ وہ دلِ ناصبور کی
قدموں میں ان کے آ کے ہوا اس قدر بلند — ہر وقت اب تو سوجھتی ہے دور دور کی

۱۳ھ	ہے شکر یہ کہ ان کی دیا کا نہیں شمار گنتی نہیں ہے شاد ہمارے قصور کی	۵۵ء

خودی چھوٹے خدائی سے تو حاصل بے خودی ہوگی
خدا رکھے کبھی یہ زندگی بھی زندگی ہوگی
گورو چرنوں میں کام آئے تو قدر آدمی ہوگی
جو اپنی فکر میں کٹ جائے وہ کیا زندگی ہوگی
مرے اعمال پر پیشیٔ خدا کیسی ہنسی ہوگی
قیامت کی گھڑی بھی اک قیامت کی گھڑی ہوگی
بجز رنج و الم حاصل نہیں ہے خاک دنیا میں

جہاں آرام ہو وہ کوئی دُنیا دوسری ہوگی
اگر ہم یاس اور امید دونوں ترک کر ڈالیں
تو پھر وقفِ کشاکش کیوں ہماری زندگی ہوگی
مری ہستی ہی کیا ہے اور مری خواہش کی قیمت کیا
جو تم چاہو گے آخر بات تو پوری وہی ہوگی
"دیالو باغ" سے جو بھاگ چھوٹے۔ بھاگ پھوٹے ہیں
بہ روزِ حشر رونے کو فقط بدقسمتی ہوگی
تم اے دُنیا کے بندو۔ دیکھنا ست سنگ کا عالم
یہاں کے نور سے اک روز دُنیا جگمگی ہوگی
یہاں کی صنعت و حرفت کی شہرت ہوگی عالم میں
حکومت دست بستہ خود اسی در پہ کھڑی ہوگی
"دیالو باغ" میں جو آئیں گے ان کا مزا ہوگا
گورو سے دل لگا ہوگا خدا سے دل لگی ہوگی
تم اے ست سنگیو ہرگز نہ گھبرانا۔ نہ گھبرانا
کہ سب پر ایک دن آخر عنایت مرشدی ہوگی
ادھر دیکھو دیا سے پھر بسنت آئی ہے سج دھج کر
نظر کو پھر منور کرنے والی روشنی ہوگی

نہ ہوں گے ٹس سے مس اے شاد کوئی لاکھ بہکائے
یہی دربار ہوگا اور ہماری شاعری ہوگی

۵۶ء	ردیف یائے مجہول	۵ش

ایک ٹھوکر کی ہوس مجھ کو بڑی رہتی ہے
تیرے قدموں میں مری جان پڑی رہتی ہے

غیر کیا جانے کہ کیا راز ہے اس میں پنہاں
آنکھ سے آنکھ جو محفل میں لڑی رہتی ہے

مہ و خورشید سماتے نہیں نظروں میں ذرا
تیرے چہرہ پہ نظر میری گڑی رہتی ہے

چشم پُر اشک میں تصویر کھنچی ہے تیری
اک عمارت ہے کہ پانی میں کھڑی رہتی ہے

ہے تری ترچھی نظر اک قیامت دل پہ
یہ تو برچھی سے بھی دو ہاتھ بڑی رہتی ہے

ہم نے رکھا ہے قدم تو جو نبھائے تو بنے
منزلِ عشق حقیقت میں کڑی رہتی ہے

جو سمجھدار ہیں تیار ہیں چلنے کے لئے
رات دن سب کے قضا سر پہ کھڑی رہتی ہے

۵۷ء	اُس کی محفل میں گذرتی ہے مزے سے اے شاد زندگی لطف کی دو چار گھڑی رہتی ہے	۵ش

واہ کس شان سے پھر آج بسنت آئی ہے
مژدۂ عیش و طرب بادِ صبا لائی ہے

بلبلیں باغ میں پھرتی ہیں چہکتی ہر سو
ہر طرف رحمتِ حق بن کے گھٹا چھائی ہے

اے مرے مرشدِ کامل ترے صدقے قربان
ساری دنیا ترے جلوہ کی تماشائی ہے

ہم سے "صورت" رہِ الفت میں نبھیں ممکن
یہ طبیعت تو "محبت" کی تمنائی ہے

۵۸ء	جس کے جلوہ سے منور ہے زمانہ اے شاد روشنی سارے طبقہ سے وہ خود آئی ہے	۱۳ش

زار و نزار ہجر میں اب جانِ زار ہے
تو آ کہ موت آنے کی ہی انتظار ہے

ہر اک گناہ گار بھی امیدوار ہے
کیا شانِ عفو و رحمتِ پروردگار ہے

ہاں تو نظر اٹھا کے ذرا دیکھ تو سہی
آنکھوں کے پاس پاس ہی دیدار یار ہے

اے تیلیو یہ کس کی دم بدم ہے تلاش
اے چشم شوق کس کا تجھے انتظار ہے

بھولے ہوئے ہیں مالکِ ہر دو جہاں کو ہم
کچھ فکر ہے نہ کوشش روز شمار ہے

دنیائے دوں کے دھندے ہی پیچھے سے کم نہیں
پھر مائلِ گنہ دل ناکردہ کار ہے

میں منفعل ہوں اپنے ہزاروں گناہ سے
نیچی جھکی ہوئی نگہ شرمسار ہے

اے جانِ دو جہاں ترے ملنے کے واسطے
کس درجہ بے قرار دل بے قرار ہے

دیدار کو تو دیدۂ بیدار چاہیے
جس وقت آنکھ بند ہوئی دید یار ہے

ہوتی ہے تاک جھانک مگر یہ حجاب کیوں
اب ہم سے کھل کے ملنے میں کیا دیر یار ہے

آواز تو سنی ہے مگر رو برو نہیں
کیوں صاف گفتگو سے تجھے ہم سے عار ہے

بندہ نواز تو ہے میں بندہ نیاز کیش
اب بخش یا نہ بخش تجھے اختیار ہے

۵۹ — کچھ حال شاد پہ بھی تو ہو رحم کی نظر
آخر ترا غلام ترا خاکسار ہے — ۵۹

راست دانا چشم تصور کا اثر دیکھیں گے
گوشۂ دل میں تمہیں شام و سحر دیکھیں گے

جن کی آنکھوں میں سمایا ہے تمہارا جلوہ
وہ ادھر دیکھیں گے ہرگز نہ ادھر دیکھیں گے

میرے مرشد کی نگاہوں میں حقیقی جلوہ
اہل دل! اہل جگر!! اہل بصر دیکھیں گے

نفسا نفسی میں ہیں خود شیخ و برہمن مشغول
حرم و دیر میں کیا یار کا گھر دیکھیں گے

ذی نظر جن کی فدا چشم بصیرت وا ہے
سارے عالم کو پُر از فتنہ و شر دیکھیں گے

در حقیقت نظر آجائے گا طرفہ عالم
چشم باطن سے جو ہم ایک نظر دیکھیں گے

پار ہو جائے گا گرداب بلا سے بیڑا
مہر سے مرشد کامل تجھے گر دیکھیں گے

اس خودی ہی نے ہمیں آج گرا رکھا ہے — خود کو جب کھوئیں گے اس وقت خدا دیکھیں گے

۵۹	شاد باندھی تو گناہوں کی ہے تم نے گٹھڑی بار اٹھانے کی ضعیفی میں کمر دیکھیں گے	۶۰

کہوں کیوں کر بھلا تو چیز کیا ہے — بہ ظاہر آدمی لیکن خدا ہے

ہمیشہ تو ہی تو ہو چشم و دل میں — یہ حسرت ہے مری یہ مدعا ہے

ترے چرنوں پہ کیوں قرباں نہ ہو دل — تو ہی دلدار تو ہی دلربا ہے

وہیں سب نے بچھا دیں اپنی آنکھیں — جہاں تیرا مری جاں نقش پا ہے

زمانہ ہو رہا ہے تم پہ شیدا — یہی چرچا جہاں میں جا بجا ہے

خود آئے ہو تو اب کھل کر ملو تم — ادا کیا! ناز کیوں!! کیسی حیا ہے

پھریں دیر و حرم میں شیخ و پنڈت — ہمارے واسطے تو تو خدا ہے

جسے پی کر ہوں سب مر کر بھی زندہ — ترے ہاتھوں میں وہ جام بقا ہے

۵۹	تری خدمت گزاری میں رہے شاد یہی حسرت مرے دل میں سوا ہے	۶۱

دل میں کوئی حسرت ترے شیدا نہیں رکھتے
کچھ تیرے سوا اور تمنا نہیں رکھتے

جن مستوں کا تکیہ ہے ترے لطف و کرم پہ
بے غم ہیں وہ اندیشۂ فردا نہیں رکھتے

بد بخت ہیں جو تیری شرن میں نہیں آتے
غفلت میں ہیں وہ دیدۂ بینا نہیں رکھتے

جلوہ ترا دیکھیں گے تو غش کھائے گریں گے
وہ آنکھ ابھی حضرتِ موسیٰ نہیں رکھتے

ہے آرزو اتنی۔ تُو رہے سامنے ہر دم
عاشق ترے کچھ خواہشِ دنیا نہیں رکھتے

جو تیرے تماشائی ہیں وہ سب سے جدا ہیں
عالم میں وہ کچھ شوقِ تماشا نہیں رکھتے

جس دن سے لیا ہے ترے چرنوں کا سہارا
ہم خوف قیامت کا ذرا سا نہیں رکھتے

وہ دل ہی نہیں جس میں تری یاد نہیں ہے
وہ سر ہی نہیں جو ترا سودا نہیں رکھتے

۶۲	ست سنگیوں میں ہیں سبھی اے شاد برابر یہ "ہندو مسلمان" کا جھگڑا نہیں رکھتے	۵۹

کوئی کیوں کر کے ست سنگ میں کیا ملتا ہے
حق تو یہ ہے کہ حقیقت میں خدا ملتا ہے

کرمِ مرشدِ کامل سے خدا ملتا ہے
زندگانی کا حقیقت میں مزا ملتا ہے

دین و دنیا کی ہے ست سنگ میں قوت سنبھال
خوش عقیدہ کو یہاں بخت رسا ملتا ہے

اس کو ہو جاتا ہے منزل میں پہنچنا آساں۔

جس کو قسمت سے یہاں راہ نما ملتا ہے

ہے گنہگار پہ بھی لطف و عنایت مبذول
تجھ سے جو مانگتے ہیں اس سے سوا ملتا ہے

ایک ہی جرعہ میں پاتا ہے حیاتِ جاوید
دستِ ساقی سے جسے جامِ بقا ملتا ہے

اس کے دربار میں سب ایک ہیں کچھ فرق نہیں
باہم الفت سے وہاں شاہ و گدا ملتا ہے

جو تجھے بھول کے دنیا کے پڑے ہیں پیچھے
ان کو دنیا نہیں ملتی۔ نہ خدا ملتا ہے

سنہ		
سنہ	خود خدا سے جو ملا دے، یہ خدا کا فضل ہے شادؔ تقدیر سے وہ مردِ خدا ملتا ہے	۶۳

آئی "بسنت" کیف کا ساماں لئے ہوئے
ہر سمت برسے بادۂ عرفاں لئے ہوئے

جز ہے "دیال باغ" میں گویا "نظیر گل"
ہر گل یہاں ہے رنگِ گلستاں لئے ہوئے

جیتا ہوں اک رشکِ مسیحا کی یاد میں
رہتا ہوں دل میں الفتِ جاناں لئے ہوئے

رحم ان کو مجھ پہ آئے گا جاؤں تو سامنے
دل صاف اور دیدۂ گریاں لئے ہوئے

بحرِ جہاں سے پار ہو لاریب گھر چلے
مرشد کی مہر ساتھ میں انساں لئے ہوئے

کیا جانے ایسے جینے سے کیا فائدہ ہوا
بیٹھے ہیں خضر چشمۂ حیواں لئے ہوئے

صحرا نوردیاں تجھے چکر کھلائیں گی
ہر آبلہ ہے خارِ مغیلاں لئے ہوئے

کیا شانِ لیڈری ہے کہ مذہب کو چھوڑ کر
پھرتے ہیں اک خیالِ پریشاں لئے ہوئے

دنیا کی یاد۔ زر کی محبت۔ گنہ کی پوٹ جاتے ہیں قبر میں یہی ساماں لیے ہوئے		
۶۴	اے شاد اس نے ناک میں دم کر دیا مرا حسرت ہزار ہے دلِ ناداں لیے ہوئے	۹۱۳

تمہیں تو دینوں کے ہو سہارے۔ حضور انور گورو پیارے
یہ کشٹ سب کاٹ دو ہمارے۔ دیا ہو ہم پہ گورو پیارے

ہمیں مبارک بسنت ہو اب۔ مصیبتوں کا بس انت ہو اب
ہر ایک بھائی بچنت ہو اب۔ حضور انور گورو پیارے

کہوں میں کیونکر تمہیں کہ کیا ہو۔ کہ تم تو اوتار ہو خدا ہو
مگر بھلا مجھ سے کیوں خفا ہو۔ ہو کیوں مکدر گورو پیارے

نہیں جہاں میں کوئی ہمارا کسی کا کچھ بھی نہیں سہارا
بس آسرا ہے تو اک تمہارا تمہیں ہو رہبر گورو پیارے

تمہیں ہو سارے جگت کے بانی تمہیں ہے عیشِ جاودانی
تمہارا کوئی نہیں ہے ثانی نہ کوئی ہمسر گورو پیارے

تم اپنے دُھر گھر کی دُھن سنا دو۔ مجھے بھی مدہوش سا بنا دو
کبھی تو کرپا کرو۔ دکھا دو۔ رُخِ منور گورو پیارے

ہزار ہوں خواہ ہم میں خامی۔ مگر دیا ہے تمہاری نامی
تمہیں ہو داتا۔ تمہیں ہو حامی۔ بروزِ محشر گورو پیارے

تمہاری مہمائیں ہیں نرالی۔ تمہارا دربار ہے وہ عالی
کہ سب نے اپنی مراد پالی۔ شرن میں آکر گورو پیارے

نصیب جس کا لڑا ہوا ہے۔ تمہارے در پہ پڑا ہوا ہے
وہ اپنی دُھن میں اڑا ہوا ہے کہ در ہے اور سر گورو پیارے
اگرچہ ان رج کہیں بھی پاؤں تو اپنی آنکھوں سے ہیں لگاؤں
پریم میں مرتبہ بڑھاؤں۔ غریب پرور گورو پیارے
حضور ہم سے ملال کیا ہے۔ یہ دیر کیوں ہے خیال کیا ہے
بچاؤ بندوں کو۔ ٹال کیا ہے۔ جہان کے سرور گورو پیارے
تمہیں ہو بندوں کے سچے والی۔ زمانے بھر کے حضور عالی
تمہارے در سے گیا نہ خالی۔ کوئی بھی آکر گورو پیارے

۶۵	جو نظم بھی شاداب بنائے۔ تمہاری بھگتی کے راگ گائے تمہیں سے ہر وقت لو لگائے ہر اک سخن ور۔ گورو پیارے	۹۵

کیوں کر بھلا اُسے نہ خدا سے خیال ملے
دُنیا میں جس کو راہ ملے۔ راہ بر ملے
دامانِ آرزو ہو رفو اس جہان میں
جو زخم دل سے مرے وہ بخیہ گر ملے
شاہ و گدا کو دولتِ دنیا ملی تو کیا
بے کار ہے نہ مرشدِ کامل اگر ملے
ہر شخص کی دعا ہو خدائے کریم سے
تو زندگی میں جلد ہی شکل بشر ملے
اے کاش! دن وہ آئے نظر جلد اے کریم

تو میرے سامنے ہو نظر سے نظر ملے

تیری طرف ہو آنکھ برابر لگی ہوئی

میں سر کے بل اُدھر ہی چلوں تو جدھر چلے

۶۶	اے شاد زندگی میں نہ کچھ اور چاہئے دیدار بے نیاز جو شام و سحر ملے	۵۵

سب کی حسرت اور ہے میری تمنا اور ہے

اُن کی دُنیا اور ہے اور میری دُنیا اور ہے

وہ تماشا دیکھ لے جو خود تماشائی بنے

یہ تماشاگاہ عالم میں۔ تماشا اور ہے

یار محفل میں ہے چپ۔ شوقِ سخن ہے زور پہ

دلکشی چپ میں بھی ہے۔ یہ بات گویا اور ہے

مختصر نالہ کا۔ بحرِ بے کراں سے واسطہ؟

چیز قطرہ اور ہے۔ رحمت کا دریا اور ہے

۶۷	شاعری بھی شاد بے امدادِ مرشد کچھ نہیں سب کا لکھنا اور ہے۔ اور میرا لکھنا اور ہے	۵۹

نگاہِ غور سے گر مرشد کامل کو تو دیکھے

تو حق یہ ہے حقیقت میں خدا کو روبرو دیکھے

اگر ہو نکتہ بیں کوئی تو اس کو چار سو دیکھے

فلک پہ ہر دمہ دیکھے چمن میں رنگ و بو دیکھے

ادھر بھی وہ۔ اُدھر بھی وہ۔ نگاہوں میں وہی وہ ہو
مزا جب ہے کہ کر جلوہ یار کا تو چار سو دیکھے

دیالو باغ[1] ہو۔ لاہور ہو۔ شملہ ہو۔ پنڈی ہو
جمالِ یار میری چشمِ حیراں کو بہ کو دیکھے

وہ خود دل میں سما جائے۔ اگر ہو الفتِ صادق
نظر کی کوششیں دیکھے۔ جگر کی جستجو دیکھے

مرے اعمال کیوں دیکھے۔ وہ دیکھے اپنی رحمت کو
مری یہ حسرتیں دیکھے۔ مری یہ آرزو دیکھے

یہ سردی اور گرمی چیز ہیں دنیائے فانی کی
چل اُس عالم میں جس میں تو نہ ٹھر[2] دیکھے نہ لُو دیکھے

اگر ملک عجائب کی تجھے کچھ سیر کرنی ہو
تو اٹھ اور پسنے حق حق نظر سے شہر ہُو دیکھے

۶۸	ہو بیڑا پار فوراً شاد عاصی پر معاصی کا نگاہِ مہر سے اک روز بھی گر ست گرو دیکھے	۱۹۴۵ء

"صاحب" نظر ہیں روح میں دل میں سما گئے
مدت کے بعد آج وہ پھر یاد آ گئے

وہ قدر دان غیروں کو اپنا بنا گئے
اک بے مثال شان کریمی دکھا گئے

چوبیس برس میں سب کو فرشتہ بنا گئے
اوتار اور آئے تو کیا آئے کہا گئے

[1] اس زمانے میں حضور بسلسلۂ سروس ان مقامات میں تبدیل ہوتے رہے ہیں۔
[2] ٹھر بمعنی سردی۔ لُو بمعنی گرم ہوا۔ (بادسموم)

ہے کون جانشین وہ خود ہی بتا گئے
اہل نظر کی آنکھوں سے پردہ اٹھا گئے

جتنے نیاز مند تھے چرنوں میں آ گئے
وہ بے نیاز راہِ قدیمی دکھا گئے

بو ہے وہی گلاب کی ہاں تک [illegible] ہے
اک گل سے مثل بو وہ نئے گل میں آ گئے

رحمت کا ابر تھے کہ برس کر کرم کیا
تر دامنوں کا خوفِ قیامت مٹا گئے

ان کی دعا سے صنعت و حرفت کو ہے فروغ
اہلِ وطن جو سوئے تھے ان کو جگا گئے

اب ہے عمل کا وقت عمل ہم پہ فرض ہے
لاکھوں بچن حضور زباں سے سنا گئے

ایسی کتب لکھیں کہ مخالف بھی دنگ ہیں
اک راہ راست بھولے ہوؤں کو دکھا گئے

جھوٹے متوں کی پول زمانے میں کھول کر
سنتوں کی دھاک سب کے دلوں پر جما گئے

زندہ دلوں کے واسطے دنیا میں سور گ ہے
مردہ دلوں کو ایک نظر میں سکھا گئے

سر سبز حشر تک یہ رہے گا دیال باغ
باغِ جہاں میں خوب وہ پودا لگا گئے

۱۵ھ	"صاحب" کو ہم نہ بھولیں گے یادش بخیر شاد مردہ طبیعتوں کو وہ زندہ بنا گئے	۶۹ء

ہاں! محبت کا جو بندہ ہے وہی انسان ہے
ہاں! محبت ہی کا نام و ترجمہ ایمان ہے
مالکِ رحمت ہے تو مجھ پر ترا احسان ہے
اب کہاں ناکامیٔ تقدیر کا امکان ہے
میرے درد دل کا دنیا میں نہیں کوئی علاج
ہے تو ہی میری دوا۔ تو ہی میرا درمان ہے
جلوۂ دیدار کی حسرت ہے دل میں اس قدر

حشر ہیں میری تمنا۔ حشر کا سامان ہے
جبہ سائی تیرے در پہ سجدہ تیرے پاؤں پہ
یہ مرا مقصودِ دل ہے۔ یہ مرا ایمان ہے
میری ہستی بحرِ عالم میں ہے مانندِ حباب
پھر بھی اتنا جوش ہر دم اس قدر طوفان ہے
جو لکھا۔ بے ربط لکھا۔ کیا لکھوں۔ کیونکر لکھوں
نامۂ الفت کا اچھا کون سا عنوان ہے
کیوں ہمارے ہی مقدر کو ملا سارا زوال
ہے ترقی پہ چہ جرمن۔ اوج پر جاپان ہے
بارِ صنعت جب سے سر پہ لے لیا ست سنگ نے
گام زن راہِ ترقی پہ یہ ہندوستان ہے
دیکھ لینا ذوقِ حرفت گر یونہی قائم رہا
مفلسی اس ملک میں کچھ روز کی مہمان ہے
وقت تھوڑا۔ کم اثاثہ۔ پھر بھی سب کچھ بن گیا
یہ ترقی دیکھ کر یورپ بہت حیران ہے
آپ کو جس شے کی حاجت ہو یہاں سے لیجئے
دیکھئے آ کر ذرا۔ ہر قسم کا سامان ہے
چپہ چپہ پہ جہاں میں ہو ہمارا ایکس پورٹ[1]
یہ تمنا ہے ہماری۔ آج یہ ارمان ہے

[1] Export

جس کے سر پر دستِ مرشد ہو اسے کیا فکر ہو
دین و دنیا کی طرف سے اس کو اطمینان ہے

[illegible]	مرشدِ کامل کی حاصل ہے قدم بوسی ہمیں شاد کا ایمان ہے وہ دین ہے وہ جان ہے	[illegible]

جو قدم لے ترے، رتبہ میں سوا ہو جائے
خاک ہو جائے تو کیا جانئے کیا ہو جائے
چھوڑ دے پردہ نشینی تو مزا ہو جائے
حسن، عالم میں ذرا جلوہ نما ہو جائے
کاش مجھ پر بھی کبھی تیری دیا ہو جائے
تو جو چاہے وہی منظورِ خدا ہو جائے
میں ترا ہو کے مروں اور تجھے اپنا کرلوں
زندگی میں یہ مرا فرض ادا ہو جائے
تیری رحمت ہے بڑی میں تری رحمت کے نثار
ڈر نہیں مجھ سے اگر روز خطا ہو جائے
ڈال دے ایک نظر مجھ پہ فقط ایک نظر
کیا بگڑتا ہے ترا میرا بھلا ہو جائے
ضبطِ دل کی ہے یہ خواہش کہ نہ نکلیں آنسو
جوشِ گریہ کی یہ ضد ہے کہ گھٹا ہو جائے
خاک ساری سے مٹا دے جو طبیعت کا غبار

خاک میں مل کے وہی خاک شفا ہو جائے

توجہ مل جائے تو دنیا ہی بدل جائے مری

میرا عالم ہی عجب ہوش ربا ہو جائے

اپنے بندوں کے لئے ہے وہ بڑا بندہ نواز

یہ تو ممکن نہیں وہ ہم سے خفا ہو جائے

۵۱۱	شاد بھی کاش زمانے کو بھلا دے دل سے تیرا شیدائی بنے تجھ پہ فدا ہو جائے	۱۷۱

دل میں رہے۔ نظر میں رہے۔ تو کہیں رہے

میری یہ آرزو ہے ہمیشہ قریں رہے

ہو نقش پا جہاں۔ مرا سر بھی وہیں رہے

مصروف سجدہ در پہ ترے یہ جبیں رہے

اے کاش میرے دل میں ہی مہ جبیں رہے

اچھا ہو یہ مکان جو اچھا مکیں رہے

خلوت میں پاس پاس ہو جلوت میں ساتھ ساتھ

تو ہم نشیں دماغ نشیں۔ دل نشیں رہے

کس درجہ ان کے عام تلطف ہیں بزم میں

بدبخت ہے جو آج بھی اندوہ گیں رہے

جس کی نگاہ کھل کے کرے ہر طرف شکار

حیرت کی جا ہے پھر بھی وہ پردہ نشیں رہے

دل میں۔ نظر میں۔ سر میں وہ ایسے سما گئے
محفل میں اب وہ خود بھی نہیں بس ہمیں رہے
ہے ان کے ساتھ اپنے تصور کا واسطہ
جس وقت آنکھ بند ہوئی ہم وہیں رہے
ہستی میں کیوں نوائے طلب پُر اثر نہیں
نغمہ ہی کیا کہ جس میں کوئی لے نہیں رہے
روزِ ازل سے ہے کششِ عشق کا رکن
ہر دم ترا خیال نہ کیوں جاگزیں رہے

۵۱ء	اے شاد کچھ بھی خدمتِ مرشد نہ ہو سکی ہم بے خبر رہے کبھی گوشہ نشیں رہے	۱۲ء

اے دل مزا تو زندگیٔ بے خبر میں ہے
آلودہ کیوں جہان کے تو خیر و شر میں ہے
پھر کیف چھا رہا ہے کہ وہ پھر نظر میں ہے
وحشت نئی مرے دلِ شوریدہ سر میں ہے
دل میں خلش سی اور کھٹک سی جگر میں ہے
درماں جو چاہتا ہوں وہ ان کی نظر میں ہے
اک حسنِ خوش جمال سمایا نظر میں ہے
جلوہ عجیب چشمِ حقیقت نگر میں ہے
خود حسن قدردان ہوا انتخاب کا

دنیا کا وہ حسین ہماری نظر میں ہے
دیدارِ یار ہے مرا سرمایۂ حیات
ہے قیمتی گھڑی تو یہی عمر بھر میں ہے
صد شکر تو ملا تو شبِ ہجر کٹ گئی
لطف اثر ضرور دعائے سحر میں ہے
معنی بھرے ہوئے ہیں تری بات بات میں
رازِ طویل ہر سخنِ مختصر میں ہے
جب تیری یاد آئی تسلی ہوئی نصیب
کچھ تو اثر ضرور فریبِ اثر میں ہے
سر خود سروں کا کھنچتا ہے سجدہ کے واسطے
کیا فطرتی کشش ترے ہر سنگِ در میں ہے
ہستی ہر ایک خاکِ رہِ عشق ہو گئی
رہ گیر! ذرّہ ذرّہ تری رہ گذر میں ہے
ناخن زنی بہت سی ہوئی۔ حل نہ ہو سکا
کیا راز تیرے عقدۂ پیچیدہ تر میں ہے
منزل ملے گی۔ رہ روِ منزل کو شک نہیں
خوش اعتقاد گرگرم راہ بر میں ہے
سامانِ صد ہزار تماشا ہے بے خودی
سارے جہاں کا کیف ہماری نظر میں ہے

دل کو انھیں کے چرنوں میں ملتا ہے کچھ سکون
بے چارہ قیدیوں قفسِ چارہ گر میں ہے
جو مانگتا ہوں اس سے سوا بخشتا ہے وہ
کس چیز کی کمی مرے مرشد کے گھر میں ہے

۵۱۳	سوئے عدم ہر ایک رواں ہے بہ شوق شاد منزل کی جستجو ہے۔ مسافر سفر میں ہے	۲۳

یاد میں کس کی یہ پھر حشر بپا ہوتا ہے
زخمِ دل کس لئے رِس رِس کے ہرا ہوتا ہے
تذکرہ بزم میں پھر رُوح فزا ہوتا ہے
یادِ "صاحب" پہ فرشتہ بھی فدا ہوتا ہے
ان نگاہوں سے جو چھپ جائے تو کیا ہوتا ہے
لاکھ پردوں میں بھی وہ جلوہ نما ہوتا ہے
صاف کہہ دوں کہ ترے ملنے سے کیا ہوتا ہے
اصل میں وصل ترا۔ وصلِ خدا ہوتا ہے
بھول جاتا ہوں میں دنیا کو جہاں سنتا ہوں
کس قدر ذکر ترا ہوش رُبا ہوتا ہے
کون کہتا ہے کہ "صاحب" ہیں نظر سے اوجھل
ہے وہی نور۔ جو اب جلوہ نما ہوتا ہے
جس کے دل ہی میں نہ ہو شوق۔ نظر کیا آئے

ذوق دیدار سے وہ۔ جلوہ نما ہوتا ہے

منحصر مرضیٔ مرشد پہ ہے کارِ عالم
حق تو یہ ہے۔ وہی منظورِ خدا ہوتا ہے

تیری تصویر جس آئینۂ دل میں نہ رہی
آئینہ خاک ہے وہ آئینہ کیا ہوتا ہے

ہاں! ترے ظلم بھی اک قسم کے ہیں لطف و کرم
مطمئن خلق میں مجبورِ وفا ہوتا ہے

کفر و ایماں کی یہاں پیش نہیں کچھ چلتی
تیرے دروازہ پہ سجدہ بھی روا ہوتا ہے

خوفِ افشائے محبت ہے کہوں اور سے کیوں
یوں تجھی سے ترا ہر وقت گلا ہوتا ہے

مہک	اُن کے وعدہ پہ تو ہے شاد بھروسہ کامل دیکھنا یہ ہے کہ کس روز وفا ہوتا ہے	سالہ

خم پہ خم وہ پلائے دیتا ہے
خود ہی بے خود بنائے دیتا ہے

رنگ اپنا جمائے دیتا ہے
عشق عالم میں چھائے دیتا ہے

ہجر کی یہ تڑپ معاذ اللہ!
درد اٹھ کر بٹھائے دیتا ہے

ذوق فطرت سے ہوں میں ناواقف
اُن کے دل سے گرائے دیتا ہے

اُس سے مایوس ہو نہ کوئی بھی
سب کی بگڑی بنائے دیتا ہے

غافلوں کو بھی مرشدِ کامل
راہ سیدھی بتائے دیتا ہے

میرا ہر فعل انفعالی تھا — خود مجھی کو لجائے دیتا ہے
شکر ہے آج رو رہا ہے دل — اپنے عصیاں بہائے دیتا ہے
فیض جاری ہے ہر طرف اس کا — دستِ شفقت بڑھائے دیتا ہے
شام فرقت مرا ہر اک نالہ — شورِ محشر سنائے دیتا ہے

۱۱۵	شاد کو آپ بھول بیٹھے ہیں شعر وہ بھی سنائے دیتا ہے	۶۵

جان دوں ست گور کے گھر کے سامنے
عمر بھی گذرے تو در کے سامنے
پھر تو ہو سجدہ پہ سجدہ رات دن
سنگِ در ہو میرے گھر کے سامنے
کاش وقتِ نزع ہو جلوہ نصیب
آپ ہوں میری نظر کے سامنے
قتل بھی ہے ان کے ہاتھوں سے قبول
سر جھکے تیغِ دو سر کے سامنے
مرشدِ کامل نے کشتہ کر دیا
کیا بچیں تیرِ نظر کے سامنے
کیا لکھوں! کیوں کر لکھوں!! کیا ہو پیام
عقل گم ہے نامہ بر کے سامنے
رہزنوں سے خلق کے مجھ کو بچا

التجا ہے راہ بر کے سامنے

آب و خور کی اب مجھے خواہش نہیں
خون دل لخت جگر کے سامنے

چھوڑ کر دنیا چلیں سوئے عدم
کہنہ سالی ہے سفر کے سامنے

میری ہر خواہش کی ہے ان کو خبر
دونوں عالم ہیں نظر کے سامنے

۶۷ء	پانی پانی ہے گھٹا ساون کی شاد ہے خجل اس چشم تر کے سامنے	۹۵

کس طرح کوشاں ہیں سرشار زراعت دیکھئے
ذوق محنت دیکھئے۔ شوق زراعت دیکھئے

کشت کی سرسبزیوں میں جوش ہمت دیکھئے
مرشد کامل کی ہم سب پر عنایت دیکھئے

شوق کی گنجائشیں ہیں۔ جوش کا ہے زور شور
تنگ نائے دل میں یہ فطرت کی وسعت دیکھئے

راہ الفت میں نہ رکئے خوش خرامی چھوڑ کر
بڑھتے چلئے اور پھر منزل کی صورت دیکھئے

ان کے رعب حسن نے آنکھوں کو دے ڈالا حجاب
دیکھئے تو کس طرح جی بھر کے صورت دیکھئے

دور میں ساغر بھی ہے گردش میں پیمانہ بھی ہے
کیف میں محفل ہے لیکن میری حالت دیکھئے
شمع کی لَو ایک جس پر لاکھ پروانے نثار
جاں فروشی اور پیغام محبت دیکھئے
اب کوئی میرے تصور میں نہیں ان کے سوا
صرف میں ہوں اور وہ ہیں بزمِ خلوت دیکھئے

[illegible]	میری پرستش ہو رہی ہے شادؔ ان کی بزم میں اُن کی رحمت دیکھئے اور میری قسمت دیکھئے	۵۱ھ

مرشد کے دستِ پاک پہ بیعت بھی چاہیئے
اس زندگی میں ذوقِ عبادت بھی چاہیئے
کچھ فکرِ انسدادِ مصیبت بھی چاہیئے
بھرنے کو پیٹ۔ کشت و زراعت بھی چاہیئے
کھیتی کی۔ کارخانہ کی دولت بھی چاہیئے
غیروں کے سامنے ہمیں غیرت بھی چاہیئے
عمرِ دوروزہ کس لئے بے کار کھوئیں ہم
علم و ہنر بھی۔ صنعت و حرفت بھی چاہیئے
ہستی کے واسطے ہے شکم پروری ضرور
غلہ جو چاہیئے تو زراعت بھی چاہیئے
کھیتی ہری رہے تو مقدر بھرا رہے

بر وقت بالضرور زراعت بھی چاہیئے

آئے مزا جو کھیت پہ جائیں علی الصباح

صحت کو سیر اور مشقت بھی چاہیئے

بہرِ ریاضِ ملک تو کھیتی ہے لازمی

کھیتی کا شوق ہو تو ریاضت بھی چاہیئے

محنت اگر کریں تو کرم ست گورو کا ہو

محنت کے ساتھ ساتھ محبت بھی چاہیئے

ان کی دیا نہیں تو نتیجہ بھی کچھ نہیں

ہر کام میں گورو کی عنایت بھی چاہیئے

ست سنگیوں کو جانا ہے دُھر دھام میں ضرور

آپس میں اُنس و خلق و محبت بھی چاہیئے

رہنا ہے اس جہان میں گر آن بان سے

انسانیت کے ساتھ شرافت بھی چاہیئے

دنیا کے جتنے کام ہیں وہ سب ہیں جاں گسل

بے فکریوں کے واسطے قسمت بھی چاہیئے

جتنے حرام خور ہیں۔ بیمار ہیں وہی

آرام و عیش کے لئے محنت بھی چاہیئے

۵۱۹	وہ خود دیال باغ میں بے شک بلائیں گے اے شاد تجھ کو شوقِ زیارت بھی چاہیئے	۸۳

ہر دم خیالِ جلوۂ جانانہ چاہیے
کیوں دل میں فرق کعبہ و بت خانہ چاہیے

دل ہی کے پاس جلوۂ جانانہ چاہیے
کعبہ سے ہو کے راہ صنم خانہ چاہیے

بھرپور خوب شیشۂ و پیمانہ چاہیے
منہ سے لگا ہوا خُمِ مے خانہ چاہیے

امدادِ پیر زینتِ مے خانہ چاہیے
مے خوار کا دماغ بھی مستانہ چاہیے

ساقی کی آنکھ بزم میں ہے کس طرف یہ دیکھ!
اے بے خبر نگاہ میں پیمانہ چاہیے

وہ دل میں جب ہیں کہ ہیں سب سے الگ رہو
آبادیٔ دماغ کو ویرانہ چاہیے

گھل گھل کے شمع آپ ہے وجہ فروغِ غم
جلنے کے واسطے کوئی پروانہ چاہیے

ہے خواہشِ نجات تو مرشد سے جا کے پوچھ
کیا کیا جہاں میں چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

ساقی کی چشمِ مست نے مدہوش کر دیا
اب چاہیے نہ جام نہ مے خانہ چاہیے

موسیٰ کو غش جو طور پہ آیا تو کیا عجب
کچھ آنکھ بھر کے جلوۂ جانانہ چاہیے

یہ آرزو ہے۔ دل میں کسک رات دن رہے
میٹھا سا درد سینہ میں روزانہ چاہیے

کافی ہے در ترا مرے سجدہ کے واسطے
درکار ہے حرم۔ نہ صنم خانہ چاہیے

کیوں سرد مہریاں ہوں نظر کیوں پھری ہوئی
محفل ہے گرم۔ دور میں پیمانہ چاہیے

دل اور جگر میں جس کی کھٹک حشر تک رہے
وہ لطفِ دیدِ جلوۂ جانانہ چاہیے

بے تابیٔ نگاہِ محبت کا کیا گلہ
اظہارِ حسن اب نہ حجابانہ چاہیے

ساقیٔ خوش جمال کے قدموں میں گر پڑو
خود رفتگی میں چال بھی مستانہ چاہیے

میری نظر میں کوئی بھی دشمن نہیں رہا
عشق یگانہ۔ الفت بیگانہ چاہیے

محنت کی فکر کیا ہے زراعت کے کام میں
مشکل نہیں ہے ہمت مردانہ چاہیے

۶۹ء	میں بھی یونہی سناؤں گا رو رو کے حالِ شاد ہر روز اک نیا انہیں افسانہ چاہیے	شہ

اُدھر میری نظر محوِ حقیقت ہوتی جاتی ہے
اِدھر دُنیا سے کچھ تھوڑی سی نفرت ہوتی جاتی ہے
دگرگوں آئے دن کیوں میری حالت ہوتی جاتی ہے
تو ہی کہہ دے کہ یہ کس کی بدولت ہوتی جاتی ہے
نظر آتا ہے اس کو ذرّہ ذرّہ میں نہاں جلوہ
طبیعت جس کی سرشارِ محبت ہوتی جاتی ہے
خدا رکھے کسی کی یاد جب سے دل میں چھائی ہو
مری ہر بات اک جزوِ عبادت ہوتی جاتی ہے
دلی بے چینیاں پہونچی ہیں شاید حدِ آخر تک
بھلا صبر و سکوں کیوں میری فطرت ہوتی جاتی ہے
ٹھہر اے جوشِ شوقِ دید اب تو ہوش لینے دے
کہ پردہ درمیاں میں میری حیرت ہوتی جاتی ہے

۹۵	ہوا اے شاد جب سے شاعرِ دربارِ عالی ہوں خدا کے فضل سے موزوں طبیعت ہوتی جاتی ہے	۱۸۵۸

نظرِ التفات کے صدقے
ذاتِ والاصفات کے صدقے
تیری ہر اک ادا پہ قرباں ہوں
تیری ہر ایک بات کے صدقے
تیری ہر بات میں حلاوت ہے
ایسی قند و نبات کے صدقے
کیوں نہ وردِ زباں ہو نام ترا
میں ہوں صوم و صلوٰۃ کے صدقے
کال کو خوب تو نے ٹھکرایا
خوب شیطاں کو
تیری ٹھوکر کے لات کے صدقے

پُر تکلف غذائیں نا منظور — ہم ہیں[1] کھچڑی کے بھات کے صدقے
جس قدر سنگ ہو مبارک شادؔ — ایسے دن اور رات کے صدقے

۸۱	شادؔ[2] کے شعر کرتے ہیں دل شاد اس قلم اس دوات کے صدقے	۵۸

چلتی نہیں ہے پیش مری دل کے سامنے
تھک تھک کے رہ نہ جاؤں میں منزل کے سامنے
دنیائے دُوں کے پھندے سے بچنا ضرور ہے
سب مر مٹے ہیں اک اسی قاتل کے سامنے
اک بحرِ بے کراں ہے۔ اِدھر میں ہوں ناتواں
حیراں کھڑا ہوں دامنِ ساحل کے سامنے
پردہ اُٹھا کے دیکھ لے تابِ نظارہ ہو گر
مجنوں کھڑا ہے لیلیٰ محمل کے سامنے
یہ سر جھکے تو چرنوں میں ست گورو ہی کے جھکے
کچھ عرض ہو تو مرشدِ کامل کے سامنے
ست گور کی مہر اور دیا کا یہ حال ہے
رحمت اتر کے آئی ہے سائل کے سامنے

[1] دیال باغ کے ابتدائی زمانہ میں بھنڈار گھر کی طرف سے کھچڑی اور بھات مفت تقسیم ہوتی تھی۔
[2] یہ شعر حضور صاحب جی مہاراج نے خود فی البدیہہ تصنیف و ایزاد فرمایا تھا جو تبرکاً اور حکماً قائم و شامل رکھا گیا۔

اے کاشش اس نظر ہی پہ قربان ہو رہوں
ترچھی نگاہ ہے دلِ بسمل کے سامنے

۸۲	ست سنگ میں پڑھی ہے غزل شادؔ نے بہ شوق اظہارِ عرض خاص ہے محفل کے سامنے	۵۵

تا حشر میرے دل میں محبت بنی رہے — تیرے قدومِ پاک کی الفت بنی رہے
بڑھ کر ہے بادشاہ سے در کا ترے فقیر — دل میں رہے شکیب قناعت بنی رہے
ہے آرزو کہ ہم پہ ہمیشہ اسی طرح — تیری نگاہِ لطف و عنایت بنی رہے
کیوں فکرِ روزِ پرسشِ اعمال ہو ہمیں — منزل پہ حسبِ وعدہ شفاعت بنی رہے

۸۳	صاحب کا دستِ لطف رہے شادؔ پر مدام بچّے کے سر پہ باپ کی شفقت بنی رہے	۵۱۳

رنجِ ماضی نے ستایا اس قدر اے دل مجھے
بے طرح بہکا رہی ہے فکرِ مستقبل مجھے
زندگی ہے اضطرابِ خلق کا حاصل مجھے
مجمعِ بے تابیاں آیا نظر یہ دل مجھے
سانس کا لینا بھی الفت میں ہوا مشکل مجھے
چین لینے دے ذرا اے اضطرابِ دل مجھے
اب کہاں لے جائے گا آخر بتا اے دل مجھے
تو نے دنیا میں نہیں رکھا کسی قابل مجھے
میں نے مانا راہِ الفت بے طرح پیچیدہ ہے

کھینچ کرلے جائے گا اک جذبۂ کامل مجھے
عشق جس کا نام ہے وہ بھی ادائے حسن ہے
آپ ہی جلوہ دکھا کر کرلیا مائل مجھے
بڑھ رہا ہوں جادۂ شوق وطلب میں جب تو ق
ہر قدم پر خود نظر آنے لگی منزل مجھے
خواہشِ پامالیٔ ہستی میں اتنا غرق ہوں
اب نہ سمجھے کوئی بھی متلاشیٔ ساحل مجھے
دیکھ کر جس کو نہ دیکھوں پھر زمانے کی طرف
اے نگاہِ محو جلوہ وہ دکھا محفل مجھے
میری ان ناکامیوں سے کام تھوڑا سا نکال
کاش کچھ حاصل ملے اے سعیٔ لاحاصل مجھے
اس قدر اکتا گیا اُٹھنے کی خواہش ہوگئی
پھیکی پھیکی ہے تری رنگینیٔ محفل مجھے
ہائے ناکامی کہ دل کی حسرتیں مٹ مٹ گئیں
خود مری ہی آرزو نے کر دیا بسمل مجھے

۱۳ا	لذتِ ایذا کی خواہش سے بہت مضطر ہوں میں کر دیا اے شادؔ محتاجِ سکونِ دل مجھے	۸۴؍

جو مدحِ سنج "صاحب" عالی مقام ہے
میرا ہزار بار اسی کو سلام ہے

وہ بالیقیں یہ مان لے دُھر دھام میں ہیں ہیں
جس کا دیال باغ میں اک دن قیام ہے
اے کاش "رادھا سوامی" کی دھن ہی سُنا کروں
دل کش ہے۔ دل پسند ہے۔ یہ خاص نام ہے
میں بھی اسی کے چرنوں میں امیدوار ہوں
مہرا ودیا کی جس کے بڑی دھوم دھام ہے
داتا! گناہ گار پہ اب رحم کیجئے
بس اک نگاہِ لطف سے قصہ تمام ہے
سر میں ترا خیال ہو دل میں ترا پریم
لب پہ ہو نام ہاں یہی امرت کا جام ہے
میں دیکھتا تو ہوں تجھے آنکھوں سے بالیقیں
تو ہے نگرا روپ۔ اگم ہے۔ انام ہے
سو جان سے نثار میں ہو جاؤں آپ پہ
حسرت بڑی مری یہی ہر صبح و شام ہے
دریا دلی دکھا کہ ہوں سیراب جلد سب
سارا جہان آج بہت تشنہ کام ہے
ترچھی نظر کے صدقے۔ ذرا دیکھ تو سہی
میرے لئے نگاہ کی کیوں روک تھام ہے
مانا کہ مجھ سے کوئی بھی "کرنی" نہیں بنی

لیکن دیال تو ترا مشہور نام ہے
مجھ سے گناہ گار کو چرنوں میں لے لیا
تیرے دیال ہونے میں پھر کیا کلام ہے

۵۸	ہے شاد شاد شادؔ غلامی میں آ کے آج تیرے غلام کا بھی وہ ادنیٰ غلام ہے	۵۷

جس کو ست گور کی چاہ ہوتی ہے — خوب اس کی نباہ ہوتی ہے
اُس کا بیڑا ہے پار اک چھن میں — جس پہ تیری نگاہ ہوتی ہے
ست گورو سے نہ ہو کوئی بے مکھ — عمر ورنہ تباہ ہوتی ہے
کس طرح اپنے من پہ قابو ہو — فکر یہ گاہ گاہ ہوتی ہے
جائیں کیوں مسجد و کلیسا میں — دل میں خود خانقاہ ہوتی ہے
تیرے دربار میں کسی کو کب؟ — حسرت عزّ و جاہ ہوتی ہے
صد[1] مبارک ہو۔ صد مبارک ہو — شادیٔ مہر و ماہ ہوتی ہے

۵۹	سُن کے امرت بھرے بچن اے شادؔ لب پہ اک واہ واہ ہوتی ہے	۵۶

جب تو ہی دل میں بستا ہو تو خواہشِ دُنیا کون کرے
مبذول کرم ہو خود تیرا۔ پھر اور تمنّا کون کرے
کیوں اپنی زباں پر آئے گلہ۔ یوں دل کا کہنا کون کرے
جب ذِلّت میں بھی لذت ہو۔ تو شکوۂ بےجا کون کرے

[1] یہ اشعار ایک شادی کے موقعہ پر لکھے گئے تھے۔

اس چشم شوق کی شوخی نے اُن پر بھی اثر آخر ڈالا
فرمانے لگے آ دیکھ بھی لے۔ اب تجھ سے پردا کون کرے

دل تیرا تماشائی ہو کر اب خود ہی تماشا بن بیٹھا
اے جانِ تماشا تیرے سوا۔ مدہوشِ تماشا کون کرے

جلوہ نہیں دیکھا موسیٰ نے۔ ہر ایک کے بس کی بات نہیں
ہو تابِ تجلی ناممکن۔ پھر تم کو دیکھا کون کرے

تم چاہو تو سب کچھ ہو جائے۔ میرا بھی مطلب حاصل ہو
جب تم ہی غافل ہو جاؤ۔ تو اور مداوا کون کرے

تو حسن کا مرکز ہے لیکن اس عشق کا باعث بھی تو ہے
آباد جہاں ہیں تیرے سوا۔ اس عشق کی دنیا کون کرے

امراضِ محبت کے نسخے۔ دُنیا کے اطبا کیا جانیں ؟
بیمار ترا جو ہو جائے۔ پھر اس کو اچھا کون کرے

جب شاد کی خواہش ظاہر ہے جو حسرت ہے تو واقف ہے
بیجنب تجھ سے نہیں کچھ بھی پنہاں۔ تو عرضِ تمنا کون کرے

قطعات و رباعیات

۵ع	بندہ نوازی	۱

بیاں ہو کس طرح جو وصفِ شان بے نیازی ہے
تمہارا کام ہی ٹھہرا ورِ دیا۔ بندہ نوازی ہے
یہ مانا بے عمل ہے شاد۔ بندہ ہے اسی در کا
وہ مندر کا پجاری ہے۔ نہ مسجد کا نمازی ہے

۵ع	شاد اور پرشاد	۲

دل سے ست گور کا بچن روز کہا جاتا ہے
پھر بھی کچھ فہم یہ دنیا میں بہا جاتا ہے
اپنی بدبختی کا کیا حال کہوں آج بھی تو
سب کو پرشاد ملا / سب کا پرشاد ہے پر شاد رہا جاتا ہے

۵ع	شانِ بسنت	۳

دیکھا دیال باغ میں اتسب بسنت کا
اب دل میں کچھ بھی خوف نہیں ہے بسن انت کا

اے شادؔ فکرِ پرسشِ اعمال کیوں کریں
جب اپنے سر پہ دستِ شفاعت ہے سنت کا

۴	میرا تیرا	٣ھ

تو مال کو کہتا ہے کہ یہ ہے میرا تیرا نہیں کس وہم نے تجھ کو گھیرا
جب سر پہ اجل آئے گی اُس دم اے شادؔ رہ جائے گا سب یہیں یہ میرا تیرا

۵	مٹی کا بچھونا	٣ھ

اک روز جہاں سے ہاتھ دھونا ہوگا اس جانِ عزیز کو بھی کھونا ہوگا
کیا خاکِ لحد میں ہوگا تکیہ اپنا جب مٹی کے فرش پہ بچھونا ہوگا

۶	ہولی اور دیال باغ	٣ھ

رنگ برساتی ہوئی دھوم سے ہولی آئی
آج سنگت پہ گھٹا خاص دیا کی چھائی
سارے ست سنگی ہوئے دستِ مبارک پہ فدا
دھار پچکاری کی بخششں کا مژدہ لائی

۷	دیگر	٣ھ

شادؔ دھوم دھام کی مہماں کا بیاں ہو کیوں کر ہے عیاں خاص دیا آج نہاں ہو کیوں کر
رنج و غم سارے فراموش ہوئے ہیں دل سے ہے یہی جائے فضا فکر یہاں ہو کیوں کر

۸ | "صاحب" کی جُدائی | ۵۲ء

دُنیا کے حالِ زار سے دل سیر ہو گیا
بھگتوں کی آرزو کا یہاں ڈھیر ہو گیا
سارا جہان شادؔ نگاہوں میں ہے سیاہ
"صاحب" کے انتقال سے اندھیر ہو گیا

۹ | "صاحب" کہاں گئے | ۵۲ء

دہ ستگورو جہان کے یارب کہاں گئے
دریائے مہر بحرِ کرم۔ اب کہاں گئے
دُھر دھام سے اُتر کے بتا دے تو ہی ہمیں
دُنیا یہ پوچھتی ہے کہ "صاحب" کہاں گئے

۱۰ | جلدی ملو | ۵۲ء

جا کر جہاں چھپے ہو، ہمیں اب وہیں ملو
جلدی ملو خدا کے لئے تم کہیں ملو
ہے التماس شادؔ کی یہ اے حضور
دل سے نکل نہ جاؤ ہمیشہ یہیں ملو

۱۱ | در مسرت سالگرہ حضور صاحب جی مہاراج | ۵۳ء

کیوں نہ گلشن میں بھلا شورِ مبارک باد ہو
جنم دن کی یاد میں بلبل بھی جب آزاد ہو
غافلو! سنبھلو!! ذرا سیوا میں کچھ ایجاد ہو
کارِ دنیا میں بھلا کیوں زندگی برباد ہو
کیا کہوں پھر شادؔ کا بھی کس قدر دل شاد ہو
دستِ اقدس سے اگر حاصل مجھے پرشاد ہو

نمبر ۱۲	بہ موقعہ سفر واپسی حیدر آباد سندھ براہ پھلیرہ	سنہ ۵۲ء

ہم سمجھے تھے کچھ چیز ہیں ہم بھی واللہ — "صاحب" کا کرم ہم پہ ہے ماشاءاللہ
اجمیر پہ ترجیح پھلیسرہ کو ملی — لا حول ولا قوۃ الا باللہ

نمبر ۱	گیت۔ راگ وغیرہ	بند سنہ ۵

(انترہ) مُورکھ کا ہے راکھے بیر۔ مُورکھ!!
ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی۔ سب ہیں بھارت باسی بھائی!
ان میں کوئی نہیں ہے غیر۔ مُورکھ!!
دھرم ہے تیرا سیوا کرنا۔ آخر تو ہے اک دن مرنا!
چار دن کی کرلے سیر۔ مورکھ!!
ستّا دیکھ لا کس بات پہ پھولا۔ مایا کے جنجال میں کھولا!
نہیں چلتا ست گرو کے لیر[1]۔ مورکھ!!

نمبر ۲	حب وطن	سنہ ۵۶

یہ بھارت دیش ہمارا ہے — جو سورگ سے بڑھ کر پیارا ہے
اک باغ دیالو اس میں ہے — جہاں رہتا ست گرو پیارا ہے
اس باغ کی مہماں ہے بھاری — یہ ترلوکی سے نیارا ہے

[1] بہ معنی ساتھ۔

اوتار ہوئے رادھا سوامی - ہر جیو کا کاج سنوارا ہے
"صاحب" کی دیا سب پہ ہوگی جھٹکے نہ چھٹیں - پو بارا ہے

۳	اے شادؔ نہ چھوڑو گور کے چرن اک روز یہیں اُدھارا ہے	۵۶

تم داتا ہو رادھا سوامی - میں بارم بار کروں پرنام
ہو گھٹ گھٹ کے انتریامی - میں بارم بار کروں پرنام
ہیں تم سے نہیں تو کس سے کہوں خاموش بھلا کس طرح رہوں
دنیا کے یہ دکھ کب تک میں سہوں - میں بارم بار کروں پرنام
کرنی نہیں مجھ سے کچھ بھی بنی - میں مفلس ہوں ہے پڑے دھنی
تم مالک کل ہو اور غنی - میں بارم بار کروں پرنام
کشتی مری آج بھنور میں پھنسی منجدھار میں آ کے ناؤ دھنسی
بیری نہ اُڑائیں میری ہنسی - میں بارم بار کروں پرنام
ہاں ست گور آپ ہمارے ہیں بھگتوں کے خاص سہارے ہیں
شرناگت سارے تارے ہیں - میں بارم بار کروں پرنام

تم مالک ہو تم داتا ہو - ہاں سب کے پت اور ماتا ہو
بس شادؔ یہی گن گاتا ہو - میں بارم بار کروں پرنام

مُسدّس

ہے | جنم اشٹمی | بند ۹۸

آئی ہے جنم اشٹمی پھر سال بھر کے بعد — چمکا جہاں میں نور ظہورِ سحر کے بعد
کیوں کر نہ خوش ہو آج ہر اک اس خبر کے بعد — درشن سے آنکھ شاد ہے دل و جگر کے بعد

دنیا کے واسطے یہ شفاعت کا روز ہے
مہاراج سوامی جی کی ولادت کا روز ہے

دل کیوں نہ ہو شگفتہ کہ اک پھول کھل گیا — تھا جس کا انتظار ازل سے وہ مل گیا
جس دم نثار ہونے کو چرنوں میں ڈل گیا — کیا وصف ہو بیاں کہ وہاں لب ہی سل گیا

ہے سب سے اونچے دھام کی آتی ذات لاجواب
چہرہ ہے جس کا غیرتِ مہ رشکِ آفتاب

بھگتوں کے دل میں عشرت و عیش و نشاط ہے — چہروں سے آشکار۔ خوشی۔ انبساط ہے
اب کال کچھ ستائے بھلا کیا بساط ہے — اس کے لئے جہاں میں بنا پل صراط ہے

ست جگ سے بڑھ کے وقت ہے کلجگ کا ذکر کیا
لو سب کا بیڑا پار ہے اب خوف و فکر کیا

اہلِ جہاں کے سر پہ کھلا آج ہاتھ ہے — سورج نکل رہا ہے عجب آدھی رات ہے[۱]

[۱] وقت ولادت نیم شب ۱۲ بجے۔

اس رُوئے پُر جلال کی ہاں کیا ہی بات ہے — بھنڈار ہے دیا کا مقدّس یہ ذات ہے

صدقے چرن کمل کے۔ دکھایا ہے آپ نور
مہر اور دیا سے لائے ہیں تشریف خود حضور

مدت ہوئی کہ آج کے دن اور اسی گھڑی — اک شام[1] برن شکل نظر سب کو آپڑی
کہتے ہیں۔ گوپیوں کی ہوئی سہل کچھ کڑی — تقدیر اپنی آج مگر دور جا لڑی

ترلوک ناتھ وہ تھے۔ یہ ہیں سپت لوک ناتھ
اُدّھار سارے جیووں کا ہوگا انھیں کے ہاتھ

مہتاب[2] وہ یہ رشک وہ آفتاب ہیں — وہ ذات انتخاب تھی یہ لاجواب ہیں
نامی۔ انامی سوامی انھیں کے خطاب ہیں — اب دُور ہم سے سارے عذاب و ثواب ہیں

کیوں کر نہ ہوں دماغ ہمارے اب عرش پہ
فردوس کو اُتار کے لائے ہیں فرش پہ

کال اور کرم کا اب ہمیں کوئی بھی ڈر نہیں — شرناگتوں پہ مہر میں کچھ بھی کسر نہیں
چرنوں میں اعتقاد نہیں تو بشر نہیں — ہت بھاگ جس کو وقت گورو کی خبر نہیں

ممکن نہیں کہ وصف ذرا بھی بیان ہو
بہتر یہی ہے لین چرن میں جہان ہو

"سوامی" / داتا کی شکل ہے کہ مرقع ہے نور کا — چولا بدل کے چہرہ دکھایا "حضور" کا
"مہاراج" بن کے نقشہ بتایا سرور کا — "سرکار" ہو کے کام کیا پھر غفور کا

اب جسم پنجبھوتی / مہاجیمی میں وہی دھار آگئی
ترچھی نظر سے کال کو اسے شا دکھا گئی

[1] کرشن جی مہاراج

[2] چندر بنسی

۲	مُبارک آمد (دردیال باغ بعد دورہ مُلک)	بند ۳۹

کس شاہِ جہاں پناہ کی آمد چمن میں ہے — کیوں پھر دیال باغ کا ہر گل پھبن میں ہے
جوبن گلاب و یاسمن و نسترن میں ہے — عشرت میں یار دوست ہیں دشمن محن میں ہے

ہے کتنی خوشگوار یہ آمد حضور کی
ہفتوں کے بعد شکل نظر آئی نور کی

صحنِ چمن میں پھر وہی فصلِ بہار ہے — پھر گل مہک رہے ہیں چہکتی ہزار ہے
پھر پُر اُمید یہ دلِ اُمیدوار ہے — فرقت نہ اب جدائی نہ اب انتظار ہے

دارالاماں میں آیا ہے پھر آج وقتِ سعد
درشن دیے حضور نے لمبے سفر کے بعد

مدراس بمبئی میں رہی شان ان دنوں — پونہ میں باغ باغ تھے انسان ان دنوں
تھے خوب کوکناڈا میں سامان ان دنوں — دل پریمیوں کے بس گئے ویران ان دنوں

بنگال میں بھی روح فزا دھوم دھام تھی
سنگت زمانے بھر میں بہت نیک نام تھی

۳	اجمیر چلو بھائی (بہ موقعہ نمائش)	بند ۳۹

اجمیر کی نگری میں کیوں دھوم یہ بھاری ہے — آنے کو یہاں شاید "صاحب" کی سواری ہے
خوش بختوں کی عزت ہے تقدیر کی یاری ہے — اک نہر مسرت کی کل شہر میں جاری ہے

وہ بادِ صبا آئی۔ یوں مژدہ خوش لائی
ہے دھوم نمائش کی۔ اجمیر چلو بھائی

ہے جھیل اناساگر لبریز عجب ساغر — عشرت کا نیا منظر۔ با دامن سبز و تر
شہرت ہے مچی گھر گھر۔ ہاں اس کے کنارہ پہ — ہے آج یہ کر و فر۔ اک شان کرم گستر

ست سنگ کی رونق ہے ہر اک کو دکھائی
یہ دن بھی عجب دن ہے اجمیر چلو بھائی

ہیں اردھ[1] شتابدی کی تیاریاں گھر گھر میں — خواجہ کی زیارت ہے۔ اشنان ہیں پشکر میں
اے شاد کہوں تم سے اک بات یہ بڑھ کر میں — ست سنگ ہے "صاحب" کا درشن ہیں مقدر میں

کیا خوب زمانے کو خوش خبری یہ سنوائی
یہ لطف کہاں ہے پھر۔ اجمیر چلو بھائی

[illegible] | یوم مقدس بھنڈارہ حضور مہاراج | بند [illegible]

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا — کہ اٹھا ہے دیالو باغ سے پھر ابر رحمت کا
تھا ستائیس دسمبر کو عظیم الشان بھنڈارا — لکھوں تم میں لکھوں کیسے کہ ان آنکھوں نے کیا دیکھا

یہاں کی سرزمیں عرش بریں سے بھی تو بڑھ کر تھی
فلک کیا چیز ہے۔ باغ ارم سے بھی فزوں تر تھی

عجب بھگتوں کا مجمع تھا۔ عجب ذی ہوش سنگت تھی
سبھی تھے صاف دل اور سب پہ "صاحب" کی عنایت تھی

---

[1] خواجہ صاحب کی درگاہ اجمیر میں ہے۔ آریہ سماج نے انہی دنوں اردھ شتابدی منائی تھی
اناساگر ایک خوش نما جھیل ہے۔ پشکر تیرتھ اجمیر ہی کے پاس ہے۔

چمن میں تھی صفائی اور گلوں کی صاف رنگت تھی
خدا کی شان ظاہر تھی نمایاں حق کی قدرت تھی

زمانے میں کسی کو ایسی رونق کب نظر آئی
فرشتوں کو بھی سنگت اور پنگت خوب من بھائی

ہزاروں عورتیں آئیں۔ ہزاروں مرد تھے آئے
ملا پرشاد سب نے شاد۔ کھانے بیٹھ کر کھائے
بچن دل کش گرو کے رات دن قسمت نے سنوائے
چلے جب اپنے گھر۔ دیا سب سا تھ ہیں لائے

ہمارے مہربان صاحب کی مہمانی کا بیاں کیا ہو
بلاتخصیص ہر بندہ پہ جن کی خاص کرپا ہو

۵	دہلی کی نمائش	بند ۱۸/۹۶

عجب رتبہ ہے عجب دل کش سماں ہے — زمیں دہلی کی رشک آسماں ہے
بڑی حیرت میں چشم دو جہاں ہے — نمائش ہے کہ یہ صحن جناں ہے

اگر فردوس بر روئے زمیں است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

ترقی ہو رہی ہے کل زماں میں — مگر صنعت مٹی ہندوستاں میں
ہمیں بدنام تھے سارے جہاں میں — پڑی ہل چل گروہ نکتہ داں میں

نہ سوجھا کچھ کہ اب کیوں کر چلے زور
فقط "کھادی" کا بھارت میں مچا شور

دیا لوباغ نے بڑھ کر بتایا — کہ کس کے سر پہ ہے قدرت کا سایا
زمانے بھر کو حرفت سے رجھایا — ہر اک کافر بہ دل ایمان لایا

اسی صنعت کی یہ دیکھے نمائش
عروج ہند کی ہو جس کو خواہش

ہیں استقبال کو لالہ[۱] شری رام — کلاتھ انڈسٹری میں نیک انجام
پسند خلق اور مقبول حکام — ہمیشہ محو بہر خدمت عام

ہوئی رونق سے رسم افتتاحی
جو سر[۲] نائس نے خوش ہو کر ادا کی

تھے سکھ، یوروپین، ہندو، مسلماں — شریک خوان یغما با دل و جاں
تھے ہر ٹیبل پہ کیا کیا خوب ساماں — ہر اک کھا کر ہوا شادان و فرحاں

سبھی تو متفق تھے، پر سبق سے
نظر کے روبرو ساتوں طبق تھے

وہ بجلی تھی کہ بقعہ نور کا تھا — شب تیرہ میں بھی دن کا مزا تھا
جو سمجھے تھے کہیں اس سے سوا تھا — حقیقت میں در جنت کھلا تھا

ہر اک نر اور ناری بن کے نوری
وہاں کرتے تھے دیدار حضوری

[۱] سر شری رام دہلوی۔
[۲] Sir nice ٹ

۶	یادِ جاناں	بند ۱۸

بھلا کیوں یادِ "صاحب" میں نہ یوں دم لب پہ آٹھہرے
کہ وہ بیماریٔ اُلفت کی ایک بہتر دوا ٹھہرے
وہی آئینۂ دل پر جہاں کی اک جلا ٹھہرے
ہمارے مقتدا ٹھہرے ہمارے رہنما ٹھہرے

کسر رکھی ہے کب صاحب نے شانِ بے نیازی میں
زمانہ جانتا ہے۔ فردِ تھے بندہ نوازی میں

تعجب ہے مگر۔ کیا ہو گیا آخر یہ کیا ہو کر
ہمیں بے آسرے چھوڑا۔ ہمارا آسرا ہو کر
غلط! بالکل غلط!! نا آشنا ہوں آشنا ہو کر
یہ کب ممکن ہے کہ بندوں سے جدا ہوں وہ خدا ہو کر

حقیقت میں وہی محفل۔ وہی موجود ساقی ہے
وہی صہبائے کہنہ ہے۔ وہی پیمانہ باقی ہے

خدا رکھے! رہیں چاہے کسی صورت کے پردہ میں
مگر قائم رہے۔ ہم پر دیا۔ قربت کے پردہ میں
بڑے زوروں کی حسرت ہے مگر منت کے پردہ میں
کرم کی بخششیں ہوتی رہیں۔ رحمت کے پردہ میں

دیارِ یار کے آئین دُنیا سے نرالے ہیں
وہی ہے مے کدہ سے بھی وہی پلوانے والے ہیں

اگر پختہ ہے ایماں مصحفِ رخسارِ جاناں پر
تو باقی نقشِ اُلفت کیوں نہ ہو اوراقِ عرفاں پر
حجاب و شرم ہے ہر چند اپنے جوشِ عصیاں پر
مگر پھر بھی ہے اطمینان ان کے عہد و پیماں پر

وہ فرماتے تھے ہر اک بھگت پر اک دن کرم ہوگا
ہمارے بندہ بندہ کے لئے باغِ ارم ہوگا

تعجب کیا اگر لکھا ہو یہ اپنے مقدر میں
بنے مدہوش[1] اور مخمور[2]۔ عاجز[3] ایک ساغر[4] میں
کلیجہ تھام کر میں بیٹھ جاؤں بزم[5] دلبر میں
نگاہیں جذب ہوں فوراً جمالِ رُوح پرور میں

نزولِ لطف سے پورے سبھی ارمان ہو جائیں
دیا ہے۔ اپنی ساری مشکلیں آسان ہو جائیں

تمنا ہے کہ "صاحب" شمع بیں پروانہ بن جاؤں
نظر ایسی لڑے خود "جلوۂ جانانہ" بن جاؤں
مئے گلگوں بنیں وہ اور میں پیمانہ بن جاؤں
انھیں کے نام کا گرویدہ و دیوانہ بن جاؤں

دعا و آہ میں اپنی ہمیشہ یہ اثر دیکھوں
جدھر دیکھوں اُدھر اے شادؔ اُن کو جلوہ گر دیکھوں

۱ تا ۵ یہ سب ستنگی شہزادے ہیں۔

۵ | افتتاحِ ڈیری و بنک | بند ۳۹

ست سنگ میں بسنت کی ہے خوب دھوم آج	بادِ نسیم پھرتی ہے ضدِ سموم آج
رونق پہ آ رہا ہے یہ دارالعلوم آج	ڈیری کے افتتاح کی دیکھو رسوم آج

مہمان آج آئے ہیں نزدیک دُور سے
ہے رسمِ افتتاح بھی اک شان و نور سے

اس ملک میں تھیں دودھ کی نہریں رواں کبھی	افسوس آج اس میں ہوئی اس قدر کمی
ملتی نہیں غریبوں کے پینے کو بوند بھی	اور اس پہ یہ ستم ہے کہ "خالص" ہے نام ہی

اب آؤ دودھ پینے کو کھانے کو گھی یہاں
کم زوریوں کا مٹنے کو ہے نام اور نشاں

سچ ہے دیال باغ ارم سے سوا ہے آج	کیوں کر کہوں حضور کی کتنی دیا ہے آج
یہ مار تھا اور سوار تھا ہر اک کا مزا ہے آج	ڈیری کے ساتھ بینک بھی کھولا گیا ہے آج

رُوحانیت کے ساتھ ہی دُنیا کے عیش ہیں
اے شاد ہم سے دُور سبھی دکھ کلیش ہیں

مثلّث

۱	تضمین بر غزل بے بدل[۱] تصنیف لطیف صاحب جی مہاراج	بند ۶

کیوں کر نہ نام لیوا ہو کوہ طور تیرا — ہر سو ہے آشکارا ظاہر ظہور تیرا

ہر دل میں بس رہا ہے جلوہ نور تیرا

اے خواہشِ زمانہ۔ اے آرزو ہماری — اے نورِ جانِ عالم۔ اے مالکِ حقیقی

ہر شے ہے تیری شاہد ہر شے میں نور تیرا

ہر وقت ہو خدائی کیوں کر نہ تیری شیدا — بادل میں تیری قدرت بجلی میں تیرا جلوہ

دریا میں تیری رحمت قطرہ میں نور تیرا

طائر بھی کر رہے ہیں اذکار تیرے اچھے — بادِ صبا کے جھونکے۔ تیری ثنا کے نغمے

گلشن ترا ظہورا[۲] ہر گل میں نور تیرا

جو ذی نظر ہیں دیکھیں کثرت میں شانِ قدرت — وحدت نرالی ہے کثرت کثرت سے ہے ظاہر وحدت

ہر ذرہ میں وحدت۔ ذرہ سے ہے نور تیرا

تو نے ہمیں سکھائی پابندی محبت — تب جام سے پلایا تو نے رحمت [illegible]

ہے نام تیرا لب پہ باطن میں نور تیرا

[۱] یہ حضوری نظم بہ قید یک قافیہ ہے۔
[۲] یعنی ظہور تیرا۔

اظہار ہے قدرت کا۔ لاہور کی نگری میں

اب ختم ہوئی رونق سب بول پڑے حق حق — دشمن کا ہوا منہ فق۔ منہ فق ہے کلیجہ شق

کیا خوب نمائش تھی۔ لاہور کی نگری میں

اے شاد سنبھل اٹھو پنجاب ہے اب جل دو — پھر باغ دیا لو کو ہے اصل وہی پرتو

یہ عارضی رونق تھی۔ لاہور کی نگری میں

مربع

۲۰	مرشد پرستی	۱؍

سرودِ نظر بن کے تم چھا رہے ہو — کہ ابرِ کرم خوب برسا رہے ہو
نئے روپ میں سب کو پرچا رہے ہو — خدا جانتا ہے کہ یاد آ رہے ہو

ترقی حرفت دکھائی ہے تم نے — یہ سنگت کی حرمت بڑھائی ہے تم نے
صدائے اناالحق سنائی ہے تم نے — خدا جانتا ہے کہ یاد آ رہے ہو

رہِ یار مقبول ہر دل ہوئی ہے — عدو سے بھی تحسین حاصل ہوئی ہے
دیا خوب بندوں پہ نازل ہوئی ہے — خدا جانتا ہے کہ یاد آ رہے ہو

رہِ راست بھارت کو تم نے دکھائی — وہ بگڑی ہوئی بات پھر سے بنا دی
سدھاری ہے حالت نئی اقتصادی — خدا جانتا ہے کہ یاد آ رہے ہو

سنواری بڑھا دی ہے عزت جو چولا بدل کر — زمانہ بھی بدلے گا کروٹ بدل کر
زمیں آسماں پر نہ پہونچے اچھل کر — خدا جانتا ہے کہ یاد آ رہے ہو

یہ مانا کہ وہ رات وہ دن نہیں ہے — یہ رنگت تمہاری دیا بن نہیں ہے
تمہیں بھول جائیں یہ ممکن نہیں ہے — خدا جانتا ہے کہ یاد آ رہے ہو

نیا رنگ دنیا میں پیدا کیا ہے — ہراک راز پوشیدہ افشا کیا ہے
اندھیرے میں تم نے اُجالا کیا ہے — خدا جانتا ہے کہ یاد آ رہے ہو

بہت قیمتی ہے یہ ہستی ہماری — کہ مقبولِ فطرت ہے مستی ہماری
بڑھے کیوں نہ مرشد پرستی ہماری — خدا جانتا ہے کہ یاد آ رہے ہو

مری آرزو اور تمنا تمہیں ہو — ہوں سب سے جدا، میری دنیا تمہیں ہو
جہاں میں کرامات وجلوا تمہیں ہو — خدا جانتا ہے کہ یاد آ رہے ہو

مرے دل کی ہستی تمہیں سے ہے قائم — تمہیں تم ہو میری نگاہوں میں دائم
یوں ہی شاد پہ مہر کرنا دوائم — خدا جانتا ہے کہ یاد آ رہے ہو

قطعاتِ تاریخ

قطعہ تاریخ اشاعت پریم پرچارک

۱	قطعہ تاریخ اشاعت پریم پرچارک	۵

خوب نکلا ہے پریم پرچارک — اہلِ ست سنگ کو مبارک باد
خوب ہی تازہ تازہ مضموں ہیں — ہر اشاعت میں ہے سخن ایجاد
پارٹی پالیٹکس سے بالکل — ست گورو کی دیا سے ہے آزاد
یہ پتہ کی خبر سنا کے ہمیں — تازہ رکھے گا دل میں گورو کی یاد

نظرِ لطفِ خاص ہو مبذول — یہ حضوری چرن میں ہے فریاد
کاش ہو جائے جلد روزانہ — دل شکن ہے یہ ہفتہ کی میعاد

فکرِ تاریخ ہے تو تم فوراً
مخبرِ نیک بخت لکھ دو شاد
۱۹۲۴

۲ؔ — دیگر در سنِ بکرمی — ۵ؔ

پریم کی ہر طرف اشاعت ہے — مہربانیٔ دستِ قدرت ہے
خوب ست سنگ کا ہے یہ اخبار — نور ظاہر ہے۔ دُور ظلمت ہے
ہے اُسی کی دیا کا پرچارک — جس سے ہم کو مدام اُلفت ہے
مظہرِ سرِّ حق ہے یہ اخبار — قدر اس کی نہ ہو قیامت ہے
یہ تو تحفہ ہے اک ہمارے لئے — چین آنکھوں کو دل کو راحت ہے
وہ پڑھے گا اسے خوشی کے ساتھ — جس کو چرنوں میں کچھ محبت ہے

فکر ہے گر سنِ اشاعت کی
شاد لکھ دو۔ ریاضِ عشرت ہے
۱۹۸۱ بکرمی

۱؎ غزلیاتِ ناتمام و اشعارِ متفرق ۵۳ھ

ترے ہی باغ کا اے گلعذار میں بھی ہوں — ہزار گل ہیں جہاں ایک خار میں بھی ہوں
مجھے بھی مست بنا دے مہک سے خوش بُو سے — ترا ہی شیفتہ اے نو بہار میں بھی ہوں
وہ دن ہو کاش کہ قابو ہو توسنِ دل پہ — کہوں یہ فخر سے ہاں شہسوار میں بھی ہوں
بنوں گا سرمۂ چشمِ عروج میں بھی ضرور — تمہارے قدموں ہی کا خاکسار میں بھی ہوں

۲؎	دیگر	۵۳ھ

تمہاری یاد ہو سر میں تمہارا نور ہو دل میں — یہ حسرت ہے کہ آ بیٹھو سمٹ کر آنکھ کے تل میں
تمہیں آخر منا لیں گے کبھی تو ہم رجھا لیں گے — کسی دن تو اثر ہوگا ہمارے جذبۂ دل میں
تمہاری رہبری سے کام میرا بن ہی جائے گا — یہ مانا مشکلیں لاکھوں پڑیں گی راہ و منزل میں

۳؎	دیگر	۵۳ھ

سامنے آتی ہے جس وقت کہ صورت تیری — چشم اور دل میں سما جاتی ہے اُلفت تیری
گفتگو پہ تری ہیں اہلِ سماعت قربان — اپنا کر لیتی ہے عالم کو فصاحت تیری
اپنے بندوں کے گناہوں کو ہمیشہ بخشا — کس قدر رحم پہ مائل ہے طبیعت تیری

۴ | دیگر | ۵۳

مبذول ہے کرم مرے پروردگار کا — "ہولی" میں آج رنگ ہے ابرِ بہار کا
بے چینیوں کا کام نہ کچھ اضطرار کا — پھر حوصلہ بڑھا ہے دلِ بے قرار کا

۵ | دیگر | ۵۲

عاصی تو ہوں مگر یہ رحمت میں دیر کیسی — سب جانتے ہیں تیرے گھر میں کمی نہیں ہے
مرشد کو بھولنا کیوں دنیا میں جھولنا کیوں — یہ بے خودی ہے کیسی گر کچھ خودی نہیں ہے

قطعاتِ تاریخ دیوانِ ہذا

از احقر العباد نیاز مند شاد (میرٹھی)، مصنف دیوانِ ہذا

درسن بکرمی

دیوان عارفانہ یہ چھپ گیا ہے اچھا — دُنیا پکار اُٹھے۔ بے شک لکھا ہے اچھا
اے شاد نذر ہے یہ پیشِ حضورِ عالی — اسرارِ معرفت کا مخزن چھپا ہے اچھا

۲۰۰۶ بکرمی

دیگر

شکر ہے آج بعد مدت کے — معرفت کا یہ چھپ گیا دیوان
شاد لکھ دو یہ مصرعۂ تاریخ — نظم رنگیں۔ عقیدتِ ایماں

۲۰۰۶ بکرمی

دیگر درسنِ عیسوی و ہجری

سوامی جو غش ہوئے تو ہوں تو تو جلال و نور بخش
بھگتوں کو اپنے شوق سے جلوۂ کوہِ طور بخش
نذرِ کلامِ شادؔ ہے۔ چرنوں میں تیرے پیش ہے
عام قبولیت اسے بجز کرم ضرور بخش
جتنے پریمی بھائی ہیں شوق سے سب اسے پڑھیں
پڑھ کے کہیں کہ خوب ہے۔ شاعری سرور بخش

۵۸۱ ۱۳۶۸ھ
۱۹۴۹ء

قطعاتِ تاریخ و تقاریظِ منظوم
از مختلف شعرائے باکمال

از سید ابوطاہر صاحب زیدی بدرؔ لکھنوی

یہ شادؔ کا دیواں ہے یا موجِ حقیقت ہے
ہر لفظ میں پوشیدہ پند اور نصیحت ہے
یوں بدرؔ نے برجستہ تاریخ کہی اس کی
دل کے لئے فرحت ہے۔ تنویرِ بصیرت ہے

۱۳۶۸ھ

دیگر در صنعتِ توشیح

آ آج آخر چھپ گیا اے بدر دیواں شادؔ کا
مستحق ہر شعر ہے اس کا یقیناً، داد کا

ش ثبت ہیں ہر صفحہ پر اس کے نقوشِ زندگی
نقش پھیکا پڑ گیا ہے مانیؔ و بہزادؔ کا

ا اُلفتِ ست گور میں مصرعہ لکھا ہے ڈوب کر
جس کے پڑھنے سے مزا آئے خدا کی یاد کا

ر ربط پیدا کر دیا اک دین و دنیا میں بہم
قوم کو رستہ بتایا باہمی امداد کا

ت تازگیٔ رُوح کا نسخہ کہوں یا دل کا چین
یا کہوں سرمایہ میں اس کو خدا کی یاد کا

ن نَو بہ نَو اس کے خیالات اور بندش چست ہے
کیا تعجب ہے کلام آخر ہے اک استاد کا

و واہ وا کا شور برپا ہے فضا میں ہر طرف
غلغلہ ہے جس طرف دیکھو مبارک باد کا

ی یہ ہے مظہر فنِ شعر و شاعری کا لا کلام
ہے یقیناً مرتبہ حاصل انھیں استاد کا

ر رنگِ نو بھی اس میں ہے اور رنگِ پارینہ بھی ہے
۱۳۶۸ھ کیوں نہ کہئے کارنامہ اس کو طبعِ شادؔ کا

از پریمی بھائی منشی شیاما چرن جی بزمؔ بریلوی

شادؔ کا چھپ گیا کلام نفیس — مصرع مصرع ہے عرش کا تارا
اس کی اے بزمؔ یہ لکھو تاریخ — اخترِ مہرِ شادؔ حسنِ عطا

۱۹۴۹ء

از پریمی بھائی ستیہ پال جی تصورؔ مقیم دیال باغ

ایں سخن ہائے طبع زادہ مرا — وجد آوردہ کردہ شادہ مرا
من چہ گویم چہ کردہ ایں نغمہ — کیف ہائے عجیب دادہ مرا
قلب مضطر چو زخم تصور بود — نغمہ شادؔ کردہ شاد مرا

از اعتبار الملک حضرت حیراںؔ بریلوی یادگار نواب مرزا داغؔ

حضرت شادؔ کا چھپا دیواں — جس کا ہر لفظ ہے چراغِ سخن
اس کی تاریخ عیسوی حیراںؔ — یہ کہو عام فہم باغِ سخن

۱۹۴۹ء

از بابو ترلیپی پرشاد جی ماتھر رنگؔ میرٹھی خلف اصغر و تلمیذ جناب جنگؔ میرٹھی مقیم بیکانیر

مرے برادرِ عالی کا چھپ گیا دیواں — بڑھے گی اس سے بہت رونق و فصاحتِ بزم
لکھا یہ رنگؔ نے کیا خوب مصرعۂ تاریخ — ہے شادؔ شاعرِ والا صفات عزتِ بزم

۲۰۰۶ بکرمی

از پریمی بھائی منشی گور پرشاد جی شاؔد کلانوری مقیم گورمحل بٹالہ

بھرست سنگ جایداد ہے تو — اس لیئے شاد ہوں کہ شاؔد ہے تو
تیری خوبیں شادمانی ہے — اہلِ فن میں بھی بامُراد ہے تو

دیگر

حضرتِ شاؔد کبھی جو بھی رقم کرتے ہیں
اہلِ دل۔ اہلِ نظر پہ وہ کرم کرتے ہیں
بزم ست سنگ میں اور دہر میں لچھ شاد ہیں ہم
شکر نشو کرتے ہیں اور دل کے بہم کرتے ہیں

از حکیم ہری داس جی صاؔبر رئیس محلہ دیوان ریاست نابھہ

نظم مختصر عہد
۱۹۴۹ء

ہم نے دیکھا غور سے دیوانِ شاؔد — اور پایا قابلِ داد و ثنا
معرفت کے رنگ میں ڈوبا ہوا — خوب ہے از ابتدا تا انتہا
شاؔد صاحب ہیں جو اک اہلِ قلم — آپ ہی نے اس کو خوبی سے لکھا
دل کشا۔ دلچسپ ہیں مضمون سب — اس کو پڑھنا چاہیئے صبح و مسا
چھپ گیا انیس سو انچاس میں — مرحبا۔ صد مرحبا۔ صد مرحبا
التجا صاؔبر کی یہ پُر زور ہے — قدر اس کی سب کریں اہلِ سخا

از ماسٹر گوپال نرائن صاحب صہبا بی۔ اے بی۔ ٹی ٹیچر ہائی اسکول اجمیر

میرے اُستادِ مکرم کا کلام
شکر ہے چھپ کر ہوا پیشِ نظر

شاد صاحب مستند ہیں ملک میں
قدرداں ہیں۔ شاعران نام ور

شعر ان کے درد سے لبریز ہیں
دیر پا دل پر یہ کرتے ہیں اثر

دل سے دیکھیں شعرائے باکمال
شوق سے آکر پڑھیں اہلِ ہنر

بہر سن صہبا نے رمے کش نے لکھا
سالِ شاد یگانہ نام ور

۱۹۴۹ء

از پریمی بھائی امیر داس جی عاجزؔ مقیم دیال باغ

شعر و سخن میں شاد کو حاصل کمال ہے
شاعر جہاں میں شاد سا ملنا محال ہے

ہے علم کے چراغ سے روشن اگر دماغ
دولت سے دردِ عشق کی دل مالا مال ہے

جو بات آپ کی ہے، جدا ہے جہان سے
جو بھی خیال ہے وہ اچھوتا خیال ہے

جی چاہتا ہے سارا ذخیرہ سمیٹ لوں
یہ وہ گہر ہیں جن کا زمانہ میں کال ہے

پیرِ مغاں کی حمد میں عاجز کلامِ شاد
اپنا جواب آپ ہے اپنی مثال ہے

از پریمی بھائی منشی بالا پرشاد جی کوکبؔ مقیم دیال باغ

ہر سخن داں شاد ہے سن کر یہ مژدہ جاں فزا
ہوگیا اب طبع مجموعہ کلامِ شاد کا

واہ! اسم با مسمیٰ کی ہے کیا نادر مثال
ہے تخلص شادؔ منشی لالتا پرشاد کا
جب کہ کہتا ہے سخن۔ یہ طوطیٔ باغ دیال
ہے نکلتا خود بہ خود کلمہ زباں سے داد کا
مرحبا۔ کیا سحر ہے۔ طرزِ بیانِ شادؔ میں
دُور ہو جاتا ہے غم سُن کر۔ دلِ ناشاد کا
درد بھی ہے۔ سوز بھی ہے اور ہے فکرِ بلند
ہے سخن میں رنگ ذوقؔ و مومنؔ و آزادؔ کا
ذوق بھی ہے۔ شوق بھی ہے اور ٹکسالی زبان
کیوں نہ ہو مقبولِ خاص و عام دیواں شادؔ کا
کیا غضب کی ہے تڑپ ہر شعر میں اللہ رے
ہو کھٹکتا جس طرح کانٹا کسی کی یاد کا

بہر سالِ طبع کہہ دو۔ کوکبِ دل شاد یوں
اک خیالِ یار کی تصویر۔ دیواں شادؔ کا

۲۰۰۶ بکرمی

دیگر

جب سنا کوکب یہ میں نے مژدۂ بہجت فزا
لو کلامِ خوش نظامِ شادؔ ہے اب چھپ چکا
لکھ دیا یوں مصرعۂ تاریخ یہ دیوانِ شادؔ
ہے نتیجہ فکرِ طبعِ نازک ذہنِ رسا

۱۹۴۹ء

دیگر

صبح سے ہے آج دامن گیر فکرِ سالِ طبع
جا رہا ہے جلد تر مطبع کو دیواں شاد کا
جس میں کوکب ایک کی بھی ہے کمی بیشی گناہ
مصرعۂ تاریخ وہ مقیاس ہے اعداد کا

۱۹۴۹ء

دیگر

ہے یہ عشقِ حقیقی در صراحیٔ مجاز
مستحق قابل مصنف ہے مبارکباد کا
فکرِ سالِ طبع کی کوکب تو ہاتف نے کہا
ہے دُرِ بحرِ سخن دیوانِ تازہ شاد کا

۱۹۴۹ء

از پربھی بھائی منشی جگن ناتھ جی سود محمود بی اے (آنرز) لسانیات و ادبِ اردو
سپرنٹنڈنٹ آر۔ای۔آئی کالج ہوسٹل دیال باغ

چھپ گیا اب وہ کلامِ خوش گوار
ایک مدت سے تھا جس کا انتظار
شعر جس کے حاصلِ صد رنگ و بو
جس کی ہر اک نظم تصویرِ بہار
ہر غزل جذبات میں ڈوبی ہوئی
ایسی نرمل جیسے گنگا جل کی دھار
ہر مسدس ۔ ہر رباعی ۔ پُر خلوص
وسعتِ اخلاق کی آئینہ دار

شادباش اے شاعرِ خوش فکر شاؔد — شاعری کو ہے ترے دم سے نکھار
شعر کی ہر صنف میں تجھ کو کمال — عشق کا ہر رمز تجھ پر آشکار
ذاتِ مرشد سے عقیدت ہے تجھے — تو بہ تن ذاتِ مرشد پہ نثار

دیگر تاریخ

ہو گیا مطبوع جب دیوانِ شاؔد — خوب پائی کاملانِ فن سے داد
ہیں مصنّف خوش خیال و خوش رقم — خوش کلام و خوش نظر خوش اعتقاد
جو لکھا اچھا لکھا ۔ بہتر لکھا — شاؔد صاحب ۔ شاد باش و شاد باد
ہے تہِ دل سے دعا مخمور کی — ایں صحیفہ ۔ یا خدا ۔ مقبول باد
دل نے کی جب جستجو تاریخ کی — اس طرح حاصل ہوئی اپنی مراد
سالِ کامل جھٹ نکالا اور کہا — ہے کلامِ شاعرِ خوش فکر شاد

۱۸۲ — ۲۱۸۸ - ۱۸۲ = ۲۰۰۶ بکرمی

از پروفیسر سنت پرکاش شاد جی مدہوش ایم - اے آر - ای - آئی کالج دیال باغ

کلامِ شاؔد کے چھپنے سے دل ہوا ہے شاد — جنابِ شاؔد کو ۔ ہم کو تمہیں مبارک باد
سخن کے شاؔد کے ہیں قدرداں رفیق مرے — ثبوت یہ کہ انہیں بیشتر کلام ہے یاد
جنابِ شاؔد کے ہیں قدرداں مجھے بھی عزیز — تو فرض ہے مرا ۔ دوں میں بھی اس سخن کی داد
کلامِ شاؔد روانی میں ایک دریا ہے — جنہوں نے دیکھا ہے اس راز پردہ کرتے ہیں یاد
یہ بات بھی ہے سنی میں نے پڑھنے والوں سے — کہ ان کو ہوتی ہے محسوس اپنی ہی روداد

کبھی جو مجھ کو بھی سننے کا اتفاق ہوا — زباں سے نکلا یہ بے ساختہ کہ پھر ارشاد
زباں میں ان کے ترنم۔ سخن میں شیرینی — سنے جو شاد کے اشعار ہو گئے خود شاد
طہارتوں میں سمویا ہوا کلام ہے یہ — جو منکرین بھی دیکھیں تو دور ہو الحاد
جنابِ شاد کو مدہوش داد دیتا ہوں — قبولِ عام کی ان کو سند مبارک باد

از ناخدائے سخن سید محمد نوح صاحب نوح ناروی جانشین فصیح الملک داغ دہلوی

حضرتِ شاد اپنی شہرت پر نہ کیوں ہوں دل میں شاد
دے رہا ہے داد رنگینی کی ہر رنگیں ضمیر
نوح لکھ دو۔ چھپ گیا دیوان آ پہنچی بہار
گلشنِ معنی کا سالِ طبع۔ باغِ دل پذیر
۱۹۴۹ء

از جنابِ یاس میرٹھی تلمیذ جنابِ جنگ میرٹھی (در صنعتِ توشیح)

۶۰۰ خوش نہ ہو کیوں میرٹھ کے ہر پیر و جواں — ۱۰ یہ کلامِ بلبلِ ہندوستاں
۹ طبع ہو کر آ گیا دیوانِ شاد — ۶ واہ وا کرنے لگے شیوا بیاں
۴۰۰ تاب کس کی ہے کہ ہو کچھ معترض — ۹۰ صاد کرتے ہیں سبھی اہلِ زباں
۴۰۰ تازہ جب اشعار سن لے مدعی — ۴۰۰ ترکِ فنِ شعر کر دے بے گماں
۱۰۰ قدر دانوں کے لئے ہے دل فضا — ۳۰۰ شعرا کے واسطے ہے جانِ جاں
۴۰۰ تیرِ مضموں سے عدو کٹتے ہیں خوب — ۱۰۰۰ غیب سے پائی عجب سیفِ بیاں
۴۰ مصرعۂ تاریخ لکھا یاس نے — ۲۰۰ راحتِ جانِ حزیں شیریں بیاں

۱۹۴۹ء — ۲۰۰۶ بکرمی — ۱۳۶۸ھ

(از مختلف اہل قلم)

از شری متی اُرملا دیوی جی دختر نیک اختر آنجہانی بابو ہیرالال جی شیدا اکبرآبادی بی۔ اے۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس سابق سب جج وراج کوی ریاست کوٹہ

مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ میرے سورگیہ پتاجی کے متر پوجیہ شاد صاحب کی کویتا چھپ کر بہت جلد کتاب کے روپ میں سامنے آنے والی ہے۔

میں بچپن ہی سے شاد صاحب کی نظمیں پریم پرچارک آگرہ اور دیش کے دوسرے اخباروں میں پڑھتی رہی ہوں۔ یوں تو ان کا سارا کلام خوبیوں سے بھرا ہوا ہے۔ جس کی سراہنا جانکار لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ لیکن مجھے ان کی وہ نظمیں اور گیت خاص پسند ہیں جن میں انھوں نے سروسادھارن کی بھاشا کا پریوگ کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہندی اور ہندوستانی کا جھگڑا تھوڑے دن کا ہے۔ بھارت ورش کی قومی زبان وہی ہوگی جو جنتا روزمرہ کے استعمال میں لاتی ہے۔ اس کا نام چاہے ہندوستانی رکھ لیجئے یا ہندی۔

شاد صاحب کے ایسے کلام کے کچھ نمونے نیچے لکھے جاتے ہیں۔

گیت

مُورکھ کاہے راکھے بیرا مُورکھ =
ہندو مسلم سکھ۔ عیسائی = سب ہیں بھارت باسی بھائی
ان میں کوئی نہیں ہے غیرا مُورکھ

رباعی

تو مال کو کہتا ہے کہ یہ ہے میرا ‏ ‏ تیرا نہیں کیس وہم نے تجھ کو گھیرا
جب سر پہ اجل آئے گی اس دم شاؔد ‏ ‏ رہ جائے گا سب یہیں یہ میرا تیرا

متفرق اشعار

اے دل۔ رہِ جہاں میں اتنا اچھل کے چل ‏ ‏ غفلت کو جلد چھوڑ۔ ذرا تو سنبھل کے چل
ایک ٹھوکر کی ہوس مجھ کو پڑی رہتی ہے ‏ ‏ تیرے قدموں میں ہی جان پڑی رہتی ہے
بہت سوچا۔ بہت سمجھا مگر کچھ بھی نہیں سمجھا ‏ ‏ زمانہ جو سمجھتا ہے۔ کہیں اس سے سوا تم ہو
ہے مال سے بڑھ کر تن او رتن سے سوا ایما ‏ ‏ ان سب سے ہو بڑھ کر تم۔ سب تم پہ فدا کرنا
تیری بخشش کے بھروسہ پہ غنی ہوں داتا ‏ ‏ ہاتھ پھیلانے نہیں جاؤں گا زردار کے پاس

از پریمی بھائی منشی شیاما چرن جی بزمؔ بریلوی

مجھے یہ معلوم کرکے یک گونہ مسرت ہوئی کہ پریمی بھائی منشی للتا پرشاد جی شاؔد میرٹھی کا کلام زیرِ طبع ہے۔ شاؔد صاحب سے میں ایک عرصہ سے واقف ہوں۔ آپ کا کلام اخبار پریم پرچارک میں بسا اوقات شائع ہوتا رہتا ہے جس کے دیکھنے کا مجھے بھی اکثر اتفاق ہوا ہے۔ اس بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ شاؔد صاحب قابلِ قدر و نہایت خوش گو شاعر ہیں۔

قدرتِ کاملہ نے شعر گوئی کے لئے آپ کو خاص دماغ عطا فرمایا ہے۔

این سعادت بہ زور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

زبان کی شوخی وصفائی۔ الفاظ کی چستی۔ مضامین کی بلندی۔ بندش ومحاورہ۔ یہ چند خصوصیات آپ کے کلام کی ہیں جن پر جس قدر بھی فخر کیا جائے بے جا نہ ہوگا اور جس کا اعتراف نہ کرنا حقائق سے چشم پوشی کے مترادف ہوگا۔ ست سنگ جماعت کے حلقۂ شاعران میں آپ کو امتیازی درجہ حاصل ہے۔ حق تو یہ ہے کہ شاؔد صاحب نے اپنا کلام چھپوا کر پریمی جنوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

حضور رادھا سوامی دیال کے چرنوں میں پرارتھنا ہے کہ آپ کا کلام محبوب حقیقی کے پروانوں کو شمعِ ہدایت کا کام دے اور آپ کی محنت بار آور ہو۔ فقط

از ابو القلم الحاج سید حسن الدین صاحب خاموشؔ فتح پوری
مشہور ایڈیٹر اخبار دلچسپ فتح پور حال مقیم بھوپال

انقلاب آتا ہے۔ آنے دو۔ اسے کون روک سکتا ہے۔ وہ تو آکر ہی رہے گا۔ قرائن بتا رہے ہیں کہ ایک وقت آئے گا جب لوگ باؤلتا پرشاد شاؔد میرٹھی کا دیوا پڑھیں گے اور حیرت وتعجب سے ذکر کریں گے کہ سن ۱۹۴۹ عیسوی تک ایسے ہندو فارسی واردو کے شاعر وادیب باقی تھے جن کا کلام سن اور پڑھ کر خاموشؔ جیسے صوفی کو بھی وجد آئے بغیر نہ رہتا تھا۔ شاؔد اور خاموشؔ گذشتہ بیالیس ۴۲ برس کے دوست ہیں اور دونوں دورِ گذشتہ کے اخلاص اور بے ریا محبت کو یاد کرکے اب بھی آنسو بہاتے ہیں

اور کہتے ہیں کہ آؤ بھائی خوب گلے مل کر جی بھر کر رو لیں کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم تم دونوں ہر دو اقوام کے پریم و محبت کے آخری دور کی یادگار ہیں۔ ملے شاد شاد رہو کہ تم نے خاموش کو اپنی یاد سے شاد کیا۔ خدا کرے تمہارا یہ دیوان حضرات ذوق اور اہلِ شوق میں "پرشاد" یعنی تبرک بن کر داخل ہو اور ہمارا ملک شاد و بامراد ہو۔

راقم جوانی کا یار خاموش

از حکیم ہری داس صاحب سکریٹری سناتن دھرم ڈسٹرکٹ سوسائٹی نابھہ

محترم منشی للتا پرشاد صاحب شاد میرٹھی مشہور انشا پرداز ہیں۔ آپ کے خیالات نہایت پاکیزہ اور جذبات پسندیدہ ہیں۔ مارشل لا کے ایام اور ترکِ موالات کے زمانہ میں آپنے کانگریس کے ذریعہ خوب ملکی و سیاسی خدمات انجام دیں۔ سناتن دھرم کے پلیٹ فارم اور اخبارات سے دھارمک سیوائیں آج سے چالیس سال پیشتر آپ نے جو ادا فرمائیں وہ بھلائی نہیں جاسکتیں۔ جاتی اور قوم کی فلاح و بہبود کے لئے بھی آپ کی مساعیٔ جمیلہ قابلِ تعریف ہیں۔ غرض آپ جس رنگ میں رہے سربرآوردگی کی شان قائم رکھی۔ نظم و نثر دونوں خوب لکھتے ہیں۔ میرے تعلقات سنہ ۱۹۱۰ء سے آپ سے وابستہ ہیں۔ شاد صاحب میں خوبیاں ہی دیکھنے میں آئی ہیں۔ اب تک آپکا پریم ایک رس ہی چلا آرہا ہے۔ حالاں کہ ان کا مذاق اب مجھ سے الگ رنگ لئے ہوئے ہے۔

تلسی جب تپ نیم برت سب کاہو سے ہوئے
نیم نبھاؤں ایک رس۔ جانت برلا کوئے

آپ نے حال ہی میں معرفت اور ست سنگ کے متعلق اپنا پاکیزہ کلام شائع کیا ہے۔ اس کی خوبیاں کیا بیان کروں۔ بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ یہ مجموعہ حق بیں حضرات کے لئے سودمند ثابت ہوگا۔ اہلِ دل اصحاب کو اس کی قدر افزائی کرنی چاہئے۔

ست سنگی بھائیوں کو مناسب ہے کہ اپنے حلقۂ احباب میں اس کی اشاعت کرکے ثوابِ دارین حاصل کریں۔

از پریمی بھائی شری گوردَاس سنگھ جی آہلووالیہ ایڈووکیٹ سابق ایڈیٹر پریم پرچارک جالندھر مقیم دہلی

دیوان کی ترتیب طباعت کے لئے دلی مبارک باد۔ بے حد ضرورت تھی اس کا زیری شاؔد کا کلام خلوص و محبت کے ایسے ایسے انمول موتی اپنے دامن میں رکھتا ہے کہ بے ساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ ست گورو بھگتی اور معرفت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ان کی غزلیات کا ایک ایک لفظ اس قدر پُرشکوہ، مسحورکن اور دل نشیں ہوتا ہے کہ اک دنیا نے دیکھا کہ تقدس مآب حضور صاحب جی مہاراج سن کر جھوم جھوم جاتے تھے۔ پریم پرچارک ان کا شرمندۂ احسان ہے کہ اکثر اسے اپنے کلام سے سرفراز کرکے اس کی عزت افزائی کا موجب ہوتے ہیں۔ پاکیزگیٔ خیالات۔ زبان کی سلاست و روانی اور روزمرہ دلوں میں نئی رُوح پھونکنے کے اعتبار سے شاؔد صاحب کا کلام ست سنگ کی تاریخ میں زندۂ جاوید رہے گا۔

از پریمی بھائی شری مُرلی دھر جی گل بی۔ اے بی ای ایس سابق ڈائرکٹر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ ریاست اندور مقیم دیال باغ

نہ تو میں شاعر ہوں اور نہ ہی سخن گو۔ البتہ عمر کا بہترین حصہ متعلّم و معلّم کی خوبیوں کا جائزہ لینے اور تعمیری مشورہ دینے میں گذرا ہے اور اس دوران میں شعرائے بلند پایہ کا کلام پڑھنے اور سننے کا اکثر موقعہ ملتا رہا ہے اور سخن فہمی، سخن شناسی اور سخن سنجی میں کچھ یوں ہی سی مہارت اور دسترس بھی ہوگئی ہے۔ چنانچہ حضرت شاؔد کا کلام تو بسا اوقات سنا ہے اور پھر سننے کی آرزو بنی رہی۔ ان کے کلام میں حقیقی درد اور جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ بلند پروازی۔ روانی اور چشم بد دُور۔ خوش الحانی کچھ ایسی خوبیاں ہیں جو سامعین پر کیف و وجد طاری کر دیتی ہیں۔ ان کا اپنے اشعار کو ایک زبدہ کی شکل میں مرتب کرنے

کا ارادہ باعثِ تسکین و مسرت ہے۔

کلامِ شاد بڑی خوبیوں کا ہے حامل ہر ایک شعر میں ہے ذکرِ مرشدِ کامل
صلائے عام ہے اے قارئین خوش خویاں جنابِ شاد کو پڑھئے جو آپ ہیں خوش دل
ملے ہیں مجھ کو بھی سننے کے بیسیوں موقعے کلامِ شاد سے دل شادماں ہوا مدگل

از پریمی بھائی بابو ہرچرن لال جی ایم۔ اے
چیف ایڈیٹر اخبار پریم پرچارک دیال باغ

ہمیں خوشی ہے کہ پریمی بھائی منشی للتا پرشاد صاحب شاد اپنے چند دوستوں کی فرمائش پر اپنا کلام اکٹھا کر کے شائع کر رہے ہیں۔ شاد صاحب موصوف ہمارے کسی تعارف کے محتاج نہیں کیوں کہ ناظرینِ پریم پرچارک کو سالہا سال سے آپ کے کلام سے بہرہ اندوز ہونے کے موقعے ملتے رہتے ہیں۔ آپ ایک کہنہ مشق پُرگو شاعر ہیں۔ قادر الکلامی اور پختگی آپ کے کلام کا خاص زیور ہے۔ آپ کے اشعار عام طور پر تصوف، حقیقت نگاری، پریم و بھکتی کے جذبات لطیف سے لبریز ہوتے ہیں۔ شعریت کو آپ کے مزاج میں اس قدر دخل ہے کہ اکثر اوقات عام مجمع میں عوام کی فرمائش و مذاق اور موقعہ و محل کے بموجب آپ وہیں بیٹھے بیٹھے فی البدیہہ شعر کہہ دیتے ہیں یا مصرعہ بدل کر دوسرا مصرعہ اس طرح چسپاں کر دیتے ہیں کہ جسے سن کر تمام سامعین سر دھننے لگتے ہیں اور واہ واہ کے نعرے بلند ہو جاتے ہیں۔ مجھے ایسے درجنوں موقعوں پر شرکت کرنے اور لطف اندوز ہونے کا موقعہ ملا ہے جب شاد نے اپنے فی البدیہہ اشعار سے تمام سامعین کو مسحور کر دیا۔ آپ نے فنِ شعر گوئی ہی کی برکت سے صاحب جی مہاراج اور مہتہ جی کے سامنے بیسیوں موقعوں پر غزل کہہ کہہ کر ان کی خوشنودی حاصل کی ہے جو ایک ست سنگی شاعر کے لئے دینی و دنیوی فیض و برکات کی حامل ہے۔ مالک لوگوں کو عرصہ تک آپ کے کلام سے مستفیض ہونے کا موقعہ عطا فرمائے اور یہ شاعری ان کی دینی نجات کا موجب ثابت ہو۔

اظہارِ خیال

دُنیا کی بے ثباتی ہی کا ایک نمونہ یہ دیوان بھی سمجھئے۔ دل میں ہلور (موج) اور دماغ میں مضامین کی پیدائش ہوئی۔ شعر کی شکل میں خیال ظاہر ہوا۔ دیوان جمع و تصنیف ہوا کتابت ہوئی طبع کیا گیا۔ قدر دانوں کی نظر سے گذرا۔ شروع سے آخر تک پڑھا گیا اور آخر کار ہر ادا کا خاتمہ ہو کر رہا یعنی مقفل الماری میں یا میز پہ بند کر کے رکھ دیا گیا کسی روز کتاب کی یہ جلد بھی سڑ گل کر پھٹ پھٹا کر صفحۂ ہستی سے نابود ہو جائے گی۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

سچ ہے کسی شئے کو بقا نہیں۔ انسان چند روزہ نام و دولت کے لئے جان دیتا ہے۔ اسی لئے برگزیدہ روحانی ہادی فرماتے ہیں کہ اے بے وقوف و ضعیف انسان سوچ اور سمجھ اور اس راہِ مستقیم پہ چل جہاں کی فضا مستقل ہے اور جہاں عیش و آرام کے سوا کچھ نہیں۔ اوتار۔ اولیا۔ پیغمبر۔ رسول۔ سنت۔ مہاتما اسی راستہ کے بتانے کو اکثر یہاں آئے اور خوش اعتقاد۔ ذی عقل روحوں کو اپنے قدومِ پاک میں لگا کر نجات دلا گئے یا یوں کہیئے کہ اپنے مقام عالی پہ ہمراہ لے گئے۔ کاش ہم بھی اسی زمرہ میں شامل ہو سکیں۔

شکریہ

جن مہربانوں نے میرا کلام فراہم کر کے چھپنے کا موقعہ دیا۔ جن بزرگوں نے تقاریظ نظم و نثر اور قطعاتِ تاریخ لکھ کر مرہونِ منت فرمایا ان سب کا تہِ دل سے شکریہ

ادا کرتا ہوں۔

منشی عبدالرؤف خاں صاحب ہاتف مہتمم مطبع عزیزی پریس نے اس کی کتابت و طباعت میں خاص محنت فرمائی۔ وہ میرے پرانے عنایت فرما ہیں اور بہت سی کتب و رسالے وغیرہ محبت سے چھاپ چکے ہیں میں ان کا شکر گزار ہوں۔ میری طرح وہ بھی اب معمر و مُسن ہوگئے۔ اس لئے بہ تقاضائے بشریت کتابت و طباعت کی اصلاح میں کچھ کسر رہ گئی ہو تو ناظرین سقم و نقص کو براہِ نوازش خود درست فرمالیں اور اغلاط کے لئے معاف فرمائیں۔

سب سے بڑھ کر اور سب سے زیادہ اس کرم فرما کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے اپنی جیب خاص سے ایک کثیر رقم بہ طور عطیہ اس دیوان کی چھپائی کے لئے عنایت فرمائی۔ طلائی حروف میں نام جلی قلم سے لکھتا اور اظہار تشکر کرتا مگر خاص طور پر زور دے کر فرمایا کہ ہرگز نام نہ لکھا جائے اس لئے غائبانہ شکریہ ادا کرتا ہوں اس دریادل کرم فرما کا حال کیا بیان کیا جائے۔ ہزار ہا نہیں بلکہ لاکھوں روپیہ غریبوں کی امداد اور بے کسوں کی سہایتا میں اس کے خزانہ سے رات دن دیا جاتا ہے۔ ہزاروں روپیہ طلباء کے وظائف میں صرف ہوتا ہے اور آج تک میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی سائل اس کے دروازہ سے خالی ہاتھ یا مایوس گیا ہو۔ ایسی ہستی کا کس قلم یا زبان سے شکریہ ادا کیا جائے۔ بس یہی دعا ہے کہ داتا دیال اس سادہ مزاج مُخیّر ست سنگی ہستی کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے اور راہِ مستقیم پر چلائے۔

شاد

شجرۂ خاندانِ مصنّفِ دیوان ہذا

- رائے صاحب رام ماتھر یاد
  - رائے بلاس رائے رمز
    - رائے رام نرائن شکیل
      - رائے راج نرائن
        - رائے شو نرائن
    - رائے مہا نرائن سوبش
      - رائے ہیت نرائن خیال
        - رائے بیجے نرائن شان
        - رائے سری نرائن
        - منشی جنگ بہادر جنگ
          - بابو بینی پرشاد رنگ عمر ۷۰ سال
          - منشی للتا پرشاد شاد عمر ۶۳ سال
        - منشی فتح بہادر عرف بابو موہن لال
          - بابو رام پرشاد عمر ۷۱ سال
            - بابو بشن نرائن عمر ۴۰ سال
              - بابو گوپال نرائن عمر ۷ سال
          - بابو لچھمن پرشاد ناظر جی عمر ۶۷ سال
          - بابو گوبند پرشاد عمر ۴۶ سال
          - بابو جوالا پرشاد عرف منا بابو عمر ۵۳ سال
            - بابو درگا پرشاد عرف بنو بابو عمر ۲۸ سال
            - بابو جگدیش پرشاد عمر ۲۲ سال
            - بابو سورج پرشاد عمر ۱۲ سال
    - رائے جگت نرائن جوش
      - رائے ٹکیت نرائن
        - رائے جے نرائن عرف سندراجی حکیم

مطبوعہ عزیزی پریس آگرہ